

جسٹریٹ منبر الہی نمبر ۲۶۵

فہمیت سالانہ
معاونین
عوام
طالب

شمس الاسلام

جلد ۱۶ بحیرہ (پنجاب) صفر ۱۳۶۲ھ مطابق فروری ۱۹۴۵ء نمبر

شمالی پنجاب کے مسلمانوں کی عظیم الشان تبلیغی کانفرنس
— اعلیٰ —

حزب الانصار کا پیرواں سالانہ جلسہ

بمقام جامع مسجد بھیر تپاں ۹-۱۰-۱۱ مارچ ۱۹۴۵ء مطابق ۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰ پھاگن

سمت موافق ۲۳-۲۴-۲۵- ربيع الاول ۱۳۶۴هـ بروز جمعه - هفته و اتوار

نہایت تنگ و احتشام سے منعقد ہوگا جس میں نامور علمائے کرام و مشائخ عظام کی شرکت کی توقع ہے جس کے

قابل دریافت امور ناظم اطلاعات جلسہ سالانہ حزب الانصار بھیرہ (پنجاب) سے خط و کتابت کریں۔

ناظم حزب الانصار بھیرہ (پنجاب)

(باہتمام غلام حسین منیر ایڈیٹر پرنٹر پبلشر منوہر رییس سرگودھا سے چھپ کر پھر پنجاب سے شائع ہوا)

مجلس مرکزی حزب الانصار بھیرہ کی اطلاعات

مجلس حزب الانصار واربرٹن کا دوسرا سالانہ جلسہ بمقام واربرٹن ضلع شیخوپورہ ۸ دسمبر ۱۹۴۷ء کو نہایت شاندار طریقہ سے منعقد ہوا منڈی اور گرد و نواح کے بہت سے مسلمان جوق درجوق شامل ہو کر علمائے کرام اور ارکان حزب الانصار کی تقریر سے مستفید ہوئے۔ امیر حزب الانصار مولانا ظہور احمد صاحب بگویی، مولوی محمد بخش صاحب مبلغ حزب الانصار، مولوی محمد حنیف صاحب مبلغ حزب الانصار، مولوی محمد بخش صاحب مستم بی اے۔ مولوی خان محمد صاحب، مولوی حاجی افتخار احمد صاحب اور جناب رفیق احمد صاحب کی کامیاب اور شاندار تقریر ہوئیں۔ حزب الانصار واربرٹن میں نئے ارکان کافی تعداد میں شامل ہوئے۔

امیر حزب الانصار کا دورہ ہند حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگویی امیر حزب الانصار کی تقریریں شرف محرم الحرام میں پونائیس ہوئیں اور آپ ابھی تک پونا سے تشریف نہیں لاسکے، اس نواح میں تبلیغ و تقریر کے علاوہ تمام ملک بھر کا تبلیغی دورہ کر رہے ہیں اور جگہ جگہ اپنے فیوضات سے مسلمانوں کو متمتع فرما رہے ہیں مبلغین مرکزی حزب الانصار کا دورہ صاحب ڈیرو دی مبلغ حزب الانصار نے ۱۴ دسمبر ۱۹۴۷ء سے ضلع سرگودھا کے مختلف دیہات کا تبلیغی دورہ کیا۔ اور سلطان پور نون، سکیر بار، ماڑی، مٹھ لک، گوندل، علاقہ ساہی وال، فاروقہ کوٹ انڈیا رخان وغیرہ مقامات میں تقریریں کیں۔ اور لوگوں کو محفوظ کیا۔

مرمت جامع مسجد۔ امتحان سہ ماہی دارالعلوم عزیزیہ جامع مسجد کی مرمت کا کام عرصہ سے جاری ہے۔ دارالعلوم عزیزیہ کے اساتذہ اور طلبہ تعلیم و تعلم کے مشغلہ میں نہایت اہتمام سے مشغول ہیں۔ حسب دستور اس سال بھی سہ ماہی امتحان مولانا محمد حنیف صاحب کوٹ مومن نے ۲۴ و ۲۵ محرم کو لیا۔ مندرجہ ذیل کتابوں کا امتحان لیا گیا۔

ترجمہ قرآن مجید۔ تفسیر مدارک۔ موطا امام مالک۔ طحاوی شریف۔ مشکوٰۃ شریف۔ ہدایہ ابن قیم۔ ہدایہ اولین۔ تلویح شرح دقایہ۔ قدوری۔ کنز الدقائق۔ نور الایضاح۔ مطول۔ مختصر المعانی۔ مقامات حریری۔ میرزاہد۔ میر قطبی۔ عبد الغفور میندی۔ قطبی بشرح تہذیب۔ کبریٰ۔ شرح جامی۔ کافہ۔ ہدایۃ الخو۔ اصول الشاشی۔ ابتدائی رسائل صرف و نحو۔ گلستان وغیرہ وغیرہ۔ درجہ حفظ کے طلبہ سے قرآن مجید سنا گیا۔ بحمد اللہ تعالیٰ نتیجہ بہت اچھا نکلا۔ اور اکثر طلبہ اچھے کامیاب رہے۔

تاریخی جواب ریزے

(ادامہ)

طاقت کا استغنا

عہد الملک بن مروان (المتوفی ۷۵ھ)
کا طریقہ تھا کہ وہ اہم فرامین اور مراسلات
کے سرنامہ پر قل ھو اللہ احد اور آخرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک لکھا کرتا تھا۔

سلاطین عالم اور فرماں رواؤں کے مراسلات
میں بھی یہ تحریر ہوتی تھی۔ قیصر روم نے اس پر
اعتراض کیا کہ شاہی مراسلات میں آپ نے
جو یہ نیا طریقہ ایجاد کیا ہے اُسے بند کر دیجئے ورنہ
ہم اپنے سکوں پر ایسی تحریر نقش کریں گے جو
آپ کو ناگوار ہوگی۔ اس کے جواب میں الملک
نے رومی سکے ہی منسوخ کر دیا اور اسلامی سکے
جاری کیا۔ جس پر قل ھو اللہ اور لا الہ
الا اللہ منقوش تھا۔ (تاریخ الخلفاء بیوطی)

دیکھا آپ نے جب ہمارے پاس اقتدار و حکومت تھی اور مذہبی
جذبات سینوں میں موجزن تھے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام پاک اور
اس کے رسول اطہر کے ناموس و احترام کی پاسداری تھی تو
قیصر روم کی دھمکیوں کا جواب کیسے دیا جاتا تھا اور ایسا جواب
کدش اید اس جواب سے قیصر اپنے اعتراض پر نادم و پشیمان
ہوا ہوگا۔ لیکن اب ہماری کیا حالت ہے؟ ہمارے شعائر مذہبی
کی حرمت اٹھ گئی ہے۔ صرف یہی نہیں کہ ہم پر اعتراض ہو رہا
ہے یا ہم سے ”بندر کر دیجئے“ کا مطالبہ ہے۔ بلکہ عملاً سب طریقوں
کو بند کیا جا رہا ہے۔ مسلمان کی طرف منسوب چیزیں ایک

ایک کر کے مٹائی جا رہی ہیں۔ صرف سکوں پر کیا ہر چیز پر غیر
قسم کی ”تحریریں نقش“ کی جا رہی ہیں۔ لیکن ہم میں اتنی طاقت
نہیں کہ جواب دے سکیں کسی رومی سکے کو منسوخ تو کیا
کر سکتے آف کرنے کی بھی ہمت نہیں ہوتی۔ اور پھر بڑھ کر
افسوس یہ ہے کہ قل ھو اللہ اور لا الہ الا اللہ کے لئے اور
ان کے احترام کے بقا کے لئے اگر کسی ”قداست پسند“ مولوی
نے کچھ ہاتھ پیر ہلائے بھی تو غیروں سے پہلے اس کو خود ”اپنوں“
کی طرف سے رجعت پسندی اور دقیانوسیت کے طعنے سننے
پڑتے ہیں۔ فالی اللہ المشتکی۔

بادشاہ کی دینداری

خاندان بنو امیہ کا مشہور خلیفہ ولید بن عبدالملک
(المتوفی ۷۰ھ) تین دن میں ایک قرآن
مجید ختم کیا کرتا تھا۔ دو شنبہ اور پنج شنبہ
کو پابندی کے ساتھ روزہ رکھتا تھا۔ رمضان
میں روزہ داروں کے لئے کھانا بھجواتا تھا صلاً
اور اخبار میں روپیہ تقسیم کرتا تھا۔ اپنے دور
حکومت میں (۱۰ سال) دو مرتبہ حج کیا تاریخ

(اسلام حصہ دوم)

یہ مشہور ”بدنام“ خاندان بنو امیہ کے ایک ایسے فرد کی مذہبی
زندگی کی ایک ہلکی سی جھلک ہے جو مذہبی لحاظ سے زیادہ شہرت
پذیر بھی نہیں۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ جب مسلمانوں میں
مذہبیت باقی تھی۔ تو ان کے دنیا دار بادشاہ بھی کس زندگی کے
قالب میں ڈھلتے تھے۔ اس ولید ہی کا زمانہ تھا کہ مشرق کی

طرف ”ہفتہ سالہ نوجوان محمد بن قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ سندھ کو فتح کرتا ہوا اسلامی نشان کاڑتے ہوئے چلا جا رہا تھا اور مغرب کی طرف سے مشہور سپہ سالار اسلام طارق بن زیاد رحمہ اللہ تعالیٰ جبل الطار سے پار ہو کر اندلس کی سرزمین کو دارالاسلام بناتا ہوا یورپ میں اسلام کی روشنی پھیلا رہا تھا۔ شمال کی طرف قتیبہ بن مسلمؒ سمرقند اور فرغانہ کو زیر تصرف لاتا ہوا خاقان چین کو باج گزار بنانے کے لئے سرحد چین پر پہنچ گیا تھا۔ اس قدر جہانگیر و جہانباں کے ساتھ ساتھ ایسی زندگی اُس وقت کے بادشاہوں کے مذہبی جذبات کی آئینہ دار ہے ایسے واقعات کے موجود ہوتے ہوئے اب کون ہے جو کہہ سکتا ہے کہ مذہب و سیاست جمع نہیں ہو سکتے۔ جہانگیری و جہانباں کے لئے صوم و صلوة اور حج و زکوٰۃ سے ہاتھ اٹھانا پڑتا ہے یقیناً دروغ گو ہیں وہ کم نجت، جو خود تو گمراہ ہو کر تباہ ہو گئے لیکن اب دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کے لئے کہتے پھرتے ہیں کہ ”جب تک ترک مذہب کے پابند تھے وہ ترقی نہیں کر سکے تھے اور جب سے انہوں نے مذہب سے ہاتھ اٹھایا تو اُن پر ترقی کے دروازے کھل گئے“ نہ مذہب کی پابندی کی وجہ سے وہ ترقی سے رہ گئے تھے اور نہ مذہب سے آزادی کے بعد وہ کچھ ترقی کر سکے ہیں۔ پھر معلوم نہیں اپنے دہریانہ اور لمحدانہ امیال و حوافظ پر پردہ کیوں ڈالا جا رہا ہے؟

فاتح کے ساتھ مفتوح کی عقیدت

جب فاتح سندھ محمد بن قاسمؒ سندھ سے عراق بلائے گئے تو عراق کے والی صالح بن عبد الرحمن نے محمد بن قاسمؒ کو اس لئے گرفتار کر کے اور قید میں ڈال کر تکلیف دی اور آخر شہید کیا کہ صلح کے بھائی کو حجاج نے قتل کیا تھا اور محمد بن قاسمؒ حجاج کا چچا زاد بھائی تھا تو صلح نے اس کا انتقام محمد بن قاسمؒ سے لیا۔ سندھ پر محمد بن قاسمؒ کا اتنا اثر تھا کہ وہ

اس واقعہ سے بہت متاثر ہوئے۔ اور اہل کیرج نے اظہار عقیدت کے لئے اس کی تصدیق بنا کر رکھی۔ (فتح البلدان بلاذری ص ۴۷)

یہ تو ظاہر ہے کہ سندھ کے علاقہ کو اس نوجوان سالار اسلام نے بزورِ شمشیر فتح کیا۔ لیکن اہل سندھ کے دلوں میں عقیدت و محبت کی یہ تخم ریزی بھی کیا بزورِ شمشیر ہوئی؟۔ اور کیا آج تک یہ کہیں ہو سکا ہے کہ بہ جبر و اکراہ کسی کی قلبی عقیدت پیدا کی جائے۔ واقعہ یہی ہے کہ مفتوح قوم کے دل میں فاتح کے ساتھ بغض و عناد ہوتا ہے اور استکراہ و نفرت! لیکن دنیا کی فاتح قوموں میں ایک قوم ایسی بھی گذری ہے (ہاں گذری ہے) کہ وہ اس کلیہ سے مستثنیٰ رہی۔ جس سرزمین میں وہ پہونچ تو زمین پر رہنے کے لئے گھر بنانے سے پہلے وہ لوگوں کے دلوں میں گھر بناتی اور مفتوح اہل ملک کو اپنے اخلاق، اپنی بلند ہمتی، بلند نظری اور رفعت خیالی سے اس طرح مرعوب کر دیتی کہ اُن کے دل بے اختیار اُن کی طرف کھینچنے چلے جاتے اور اضطراب ان کے سینے محبت و الفت سے بھر جاتے۔ جب ایسا ہی ہوا ہے اور ماننا ہی پڑتا ہے کہ ہاں ایسا ہی ہوا ہے۔ تو پھر بڑی بے انصافی ہے کہ سب کچھ جانتے ہوئے دُشمندار پیٹا جا رہا ہے اور پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ دنیا میں اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے۔

جب تاریخ یہ بتاتی ہے کہ محمد بن قاسمؒ کی خوبیوں سے متاثر ہو کر اہل کیرج نے ان کی تصویر بنائی۔ تو پھر تعجب ہے کہ اس کو کیوں تسلیم نہیں کیا جاتا کہ اسی محمد بن قاسمؒ کی خوبصورت کی رہنمائی سے اسلام کی خوبیاں اُن پر آشکارا ہو گئیں اور ان کی خوبیوں ہی نے بہتوں سے کلمہ توحید پڑھوایا۔ اس تاریخی واقعہ پر غور کرنے والے اس باطل پروپیگنڈا کی حقیقت کو بھی سمجھ جائیں گے۔ جو محمد بن قاسمؒ کی معزولی کے متعلق دشمنوں نے اتنا پھیلا یا ہے کہ اب اپنے بھی اس کو مان

رہے ہیں۔ اور اس سالار اسلام کے اخلاق پر کچھ حرف گیری کی جارہی ہے۔ لیکن ”اخلاقی کمزوریوں“ اور نفس پر قابو نہ پانے والے شخص میں ایسی خوبیاں کہاں ہو سکتی ہیں کہ دشمن اور مفتوح رعایا بھی اس کی عقیدت کے اظہار پر مجبور ہوا ہوں کہ بے سوچے سمجھے ایسے اہم فیصلے کیوں کئے جاتے ہیں۔

بادشاہ ہند اور بادشاہ کونین کے اہم مبارک

کی تعظیم

سلطان ناصر الدین محمد بن التمش (المتوفی ۶۷۲ھ) کا ایک مصاحب تھا محمد نام، سلطان کی یہ عادت تھی کہ اُسے محمد نام کہہ کر پکارتا۔ ایک روز مصاحب سے فرمایا کہ تاج الدین بیکام کر۔ ندیم نے حکم کے موافق وہ کام کیا۔ اور بعد از فراغ گھر گیا اور تین دن تک حاضر تیار رہا۔ ہوا سلطان نے آدمی بھیج کر طلب کیا اور غیر حاضری کی وجہ پوچھی۔ ندیم نے عرض کی کہ مجھے حضرت بادشاہ ہمیشہ میرا نام محمد لے کر ارشاد فرماتے اس روز خلافت عادت تاج الدین خطاب کرنے سے مجھے یقین ہوا کہ میرے متعلق مزاج عالی میں کچھ تغیر ہوا ہے اور ناراضگی کی وجہ سے بیگانوں کی طرح لقب سے بلایا۔ اس لئے میں تین روز سے بے قرار پریشان ہوں۔ سلطان نے فرمایا کہ ہرگز نہیں آپ سے کچھ ناراضگی اور گرائی خاطر نہیں صرف بات یہ تھی کہ میں اس وقت بے وضو تھا۔ مجھے شرم آئی کہ بے وضو اسم مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زبان پر جاری کروں۔ اس واسطے تجھے تاج الدین لقب کے ساتھ آواز دی (ترجمہ تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۱۲)

ہندوستان کی سرزمین پر ایسے ایسے دین دار، متقی اور پاک بھی حکمرانی اور فرماں روائی کر گزرے ہیں۔ بلاشبہ یہ کہنا صحیح ہے کہ خلفاء راشدین اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے بعد اُن حضرات کے نقش قدم پر چلنے والے اور صحیح اسلامی خلا کو قائم کرنے والے معدودے چند حضرات تھے جن میں سب سے نمایاں حیثیت اس سلطان کو حاصل تھی، جس نے شاہی میں فاقری کی، خود نہایت سادگی سے رہا، شاہانہ تکلفات کو یکسر ترک کیا۔ لیکن اپنی رعایا پر شفقت و رحمت کرنے، اور انصاف پروری میں شہرہ آفاق تھے۔

” اطراف ممالک ہندوستان در عہدش

بہ انصاف مسرور شد“ (طبقات نامری ص ۲)

علامہ اقبال مرحوم نے اس کا صحیح نقشہ پیش کیا ہے :-

حکمرانے بود و سامانے نہ داشت

دست او جز تیغ و قرآنے نہ داشت

”حکمران کی بے سامانی“ اس ”سامانے نہ داشت“ کی تصدیق کے لئے بطور

نمونہ ایک واقعہ ملاحظہ کیجئے :-

اپنی بگم کے علاوہ کوئی خادمہ یا لونڈی وغیرہ سلطان کے پاس نہ تھی۔ ملکہ اپنے ہاتھ سے سلطان کے لئے کھانا پکاتی تھی۔ ایک دفعہ اس ملکہ جہان نے سلطان سے درخواست کی کہ کھانا پکانے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ اگر سلطان کسی لونڈی کے خریدنے کا حکم دیں جو کھانا پکانے میں میری کچھ امداد کرے اور اس سے میرا بوجھ کچھ ہلکا ہو جائے تو میرے خیال میں تو یہ درخواست نامناسب نہیں۔ سلطان نے جواب میں فرمایا

کہ نقد و بیت المال حق سپاہ بیت المال کا روپیہ فروج

و مساکین و حنظل مستحقین مساکین اور دوسرے مستحق

و مستضعفین است رواست لوگوں اور کمزوروں مضروں

کہ برائے اکرام نفس خود کا حق ہے۔ اپنے نفس کے

یعمل لنا مثلاً۔ ہاں بھی ہمیشہ تیار نہیں ہوا کرتا
حضرت امام ابو یوسفؒ فالودہ کا پیالہ ہاتھ میں
لے کر کھاتے جاتے تھے اور ساتھ ساتھ کچھ مسکراتے بھی تھے
ہارون الرشید نے پوچھا۔ حضرت! اس ہنسنے کی وجہ
کیا؟ آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے اپنی ابتدائی زندگی کا ایک
واقعہ یاد آیا۔ اس کی یاد سے ہنسی آتی ہے۔

ہارون نے کہا وہ کیا؟ فرمایا کہ میں بچہ ہی تھا کہ
میرے والد کا انتقال ہو گیا۔ صرف میری والدہ سرسپت
تھیں۔ کچھ بڑا ہوا تو ماں نے مجھے ایک دھوبی کے ہاں
لے جا کر نوکر رکھا۔ لیکن میرا جی دھوبی کے ہاں نہیں لگتا
تھا اور بھاگ بھاگ کر میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کے حلقہ
درس میں آجاتا۔ پیچھے سے والدہ آکر اور ہاتھ پکڑ کر مجھے
حلقہ سے اٹھا لیتیں۔ اور بہ زور دھوبی کے پاس لے جاتیں
آخر ایک دن والدہ خود امام صاحب کے پاس آئیں اور
فرمایا کہ دیکھئے اس بچہ کو کیا ہو گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا
ہے کہ آپ کے سوا اس کو کوئی اُستاد ہی نہیں ملتا حضرت
یہ بچہ یتیم ہے۔ میں بڑی مشکل سے سوت کات کات اس
کی پرورش کرتی ہوں۔ چاہتی ہوں کہ خود بھی کوئی پیسہ
دو پیسہ کمائے۔۔۔۔ حضرت امام صاحب نے اس پر
میری مال کو سمجھایا اور اس وقت خدا جانے کون سا وقت
تھا کہ حضرت امام صاحبؒ کی زبان مبارک پر یہ فقرہ جاری
ہو گیا :-

دعید یا رعناء فاندیتعلم بی صاحبہ! اس بچہ کو پورے
اکل الفالودج بدھن چھوڑ دیجئے۔ یہ روغن پستہ
الفسق میں تیار کئے ہوئے فالودہ
کے کھانے کا علم سیکھ رہا ہے۔

اس پر والدہ ناراض ہو کر اور یہ کہہ کر چلی گئیں کہ
تو بوڑھا ہو گیا ہے۔ اس لئے اس طرح کی کہی باتیں کر رہا
ہے۔

دراں تصر نے کردہ آید۔ صبر کن آرام کی خاطر اس میں تصرف
تا خدا ئے تعالیٰ تراور آخرت کرنا جائز نہیں۔ کچھ دن
نتیجہ شائستہ دہد۔ (از تاریخ صبر کرو کہ خدا تعالیٰ تجھے
فرشتہ منتجب التاریخ وغیرہ) آخرت میں اس کا بہت
بہترین نتیجہ دے دیگا۔

نقد و بیت المال کو حق مساکین و مستضعفین سمجھنا اور
اور اپنے نفس کے آرام کے لئے اس میں تصرف کو ناجائز جاننا
یہ تھا اسلامی نظام حکومت و خلافت، اگرچہ خلفائے راشدینؓ
کے بعد پھر ان کی طرح بہ ہمہ صفت موصوف خلفائے نہ ہو سکے
لیکن ہر زمانہ اور ہر ملک میں کچھ نہ کچھ اس کی جھلک ضرور نظر
آتی رہی۔ یہ منبع اسلام عرب سے بہت دور ہندوستان کی
سرزمین میں ساتویں صدی کا ایک واقعہ ہے، سوشلزم
کے داعی اور نوجوانوں کو اس آگ میں دھڑا دھڑ پھینکنے
والے ذرا بتا تو دیں۔ کہ ان کے ”مذہب کے پیغام بر“ نے
یا اس کے بعد کے جانشینوں، لینن و اسٹالن نے اپنی زندگی
کی ایسی سادگی اور ایسی نفس کشی کا کہیں ثبوت دیا ہے
اور انہوں نے اپنے آرام و راحت کو ترک کر کے مساکین و ضعیف
کو مال مال کر دیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ نظام اسلامی
کے مقابلہ میں کوئی نظام کامیابی اور حسن و خوبی کا دعویٰ
نہیں کر سکتا۔ مگر حقیقت دیکھئے اور سمجھئے کیلئے حقیقت بین
نگاہوں اور حقیقت شناس قلوب کی ضرورت ہے۔

علم سے دینی و دنیاوی مدارس کی بلندی

حضرت امام ابو یوسفؒ کا واقعہ ہے کہ قاضی القضاۃ
ہونے کے بعد ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید کے ساتھ مل کر
ایک دسترخوان پر کھانا کھا رہے تھے۔ ہارون الرشید نے
فالودہ کا پیالہ بڑھایا جو روغن پستہ میں تیار کیا گیا تھا اور
ساتھ ہی یہ بھی کہا :-
”کل منها فلیس فی کل یوم یہ بھی کھا لیجئے۔ ایسا ہمارے

(امام ابو یوسفؒ نے قصہ کے بعد فرمایا) آج حضرت امام کے اس فقرہ کی تعبیر پڑھاؤں۔ اس لئے بے اختیار ہنسی آگئی۔ ہارون نے واقعہ سنا تو متعجب ہوا اور پھر کہا :-

لحمیری ان العلم لیرفع ہاں قسم ہے، بے شک علم وینفع دنیا و دنیا درجے بلند کرتا اور دین و دنیا دونوں کو نافع ہے۔ (مناقب موفق بن احمدؒ ج ۲ ص ۱۷۱)

امام الامہ سراج الامۃ حضرت امام ابو حنیفہؒ کی بہت ایمانی اور دُور بینی اور کشف و کرامت کا اندازہ تو خیر آپ اسی سے لگائیں گے لیکن اس کے ساتھ ساتھ علم کی برکت و کرامت

کو بھی سمجھ جائیے۔ غریب والدین کا یتیم بچہ جو خود اپنی والدہ کی نظروں میں بھی صرف دھو بی کی نوکری کے لئے منتخب ہو سکتا تھا علوم دینیہ کی برکت سے اس رتبہ علیا پر فائز ہوا کہ خلافت

عباسیہ کے اس دور میں جبکہ عباسیہ سلطنت انتہائی عروج پر تھی تمام ممالک محروسہ کا وہ قاضی القضاۃ بنا اور خود خلیفہ وقت ہارون الرشید ایک ادنیٰ نوکر کی طرح اس کی تعظیم

بجالاتا اور اس کو اپنے لئے فخر سمجھتا تھا واقعی ہارون الرشید نے کتنا صحیح جملہ استعمال کیا ہے ”ان العلم یرفع دینا و دنیا“

یہ درست ہے کہ ہر پڑھانے والا استاد ابو حنیفہؒ نہیں۔ اور ہر یتیم بچہ ابو یوسف نہیں۔ اور نہ ہارون کا دور خلافت ہے کہ ہر پڑھا ہوا قاضی اور قاضی القضاۃ بن سکے

لیکن یہ اب بھی درست ہے کہ علم کی برکت سے سینکڑوں لگنام اور کس میسر خاندان اپنے ان چند یتیموں اور مفلسوں کی برکت سے نامور اور مشہور ہو جاتے ہیں جو یتیمی

والفلاس ہی کی وجہ سے یونیورسٹیوں کی بجائے کسی مدرسہ میں پڑھ لیتے ہیں۔ آج بھی ایسے سینکڑوں ملیں گے، جو ابتدائے زندگی میں فقر و فاقہ سے بسر کرتے اور باسی روٹی

لکھا کر اکتسابِ علم کرتے رہے۔ لیکن اُس علم کے طفیل اب اُن کو عزت ووجاہت کے ساتھ ساتھ ”روغنِ پستہ کا فالودہ“

بھی نصیب ہے۔ غور کرنے والوں نے کبھی غور نہیں کیا۔ ورنہ اس گئے گزرتے زمانہ میں بھی ان مدارس عربیہ اور تعلیم و تدریس کے سلسلے کا ایک محسوس فائدہ یہ بھی ہے کہ آخر کی اور دینی فوائد و منافع کے علاوہ ادنیٰ طبقہ کے کتنے لوگ ہر سال تدریجاً اعلیٰ طبقہ میں شامل ہوتے جاتے ہیں اور اُن کی حالت پہلے کی نسبت بہر حال، بہر جہت بہتر رہتی ہے۔ اگر کسی معاند نے عناداً کہا ہے

کہ وہ کھو گئے اور تعلیم پا کر تو درحقیقت وہ خود کھو گیا ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ میر کا کذب و افتراء ہے۔ علم دین کی تعلیم و تعلم سے نہ ماضی میں کوئی کھو گیا اور نہ آج کوئی کھو یا جا رہا ہے۔ بلکہ سچ یہ ہے العلم یرفع دینا و دنیا۔

سُرخ پُسل کا نشان

یہاں ان حضرات کے پرچہ پر سُرخ پُسل کا نشان لگایا گیا ہے جن کے چندہ کی میعاد اس پرچہ کے ساتھ ختم ہو چکی ہے۔ ان حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ آئندہ سال کا چندہ بذریعہ منی آرڈر حبلہ روانہ فرمائیں۔ اگر خدا نخواستہ کسی وجہ سے آئندہ خریداری کا ارادہ نہ ہو، تو بذریعہ پوسٹ کارڈ ہمیں پہلی فرصت میں مطلع کریں۔ خاموشی کی صورت میں آئندہ پرچہ بذریعہ دی بی ارسال خدمت ہوگا جس کا وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا۔ (مینجر)

چند سالانہ

معاذین سے عوام سے طلبہ سے
شہر سے

مقالہ

حدیث "افراق امت" کی تحقیق

(از مولانا سید سیاح الدین صاحب کا کاخیل)

مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی کا ایک مضمون "کفر و ایمان کی تحقیق" کے عنوان سے اخبار زمزم اور ہمارے رسالہ شمس الاسلام بابت ماہ اکتوبر و نومبر میں شائع ہوا تھا اس پر اخبار زمزم لاہور کے مدیر محترم نے ۱۹ ستمبر ۱۹۵۴ء کی اشاعت میں "بحث و مذاکرہ" کے کالموں میں کچھ کلام کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے :-

"کہ یہ حدیث واقعات کے خلاف ہے۔ آج تک امت اسلامیہ میں کئی سو فرقے پیدا ہو چکے ہیں اور آئندہ بھی اسکاں ہے اس لئے اگر اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا جائے تو گویا پونا پڑے گا کہ حضورؐ نے جس طور سے پیش گوئی فرمائی تھی وہ غلط ہوئی۔ اور اس حدیث کی آڑ لے کر ہر فتنہ پرداز نے اپنے آپ کو ماافا علیہ واصحابی کا مصداق قرار دے دیا ہے ابن حزم اندلسی نے الملل والنحل میں اس کو غیر صحیح کہا ہے اور علامہ فیروز آبادی نے اس کو "موضوع اور جعلی" قرار دیا ہے گویا حدیث مذکور نہ صرف سنداً ضعیف ہے بلکہ بنیادی طور پر غلط اور جعلی ہے"

جس طرح مدیر محترم نے "ہماری تحقیق" کہہ کر یہ ایک جنبشِ قلم اس حدیث کو بے سند یا جعلی حدیث "قرار دے کر اس کو غیر صحیح اور ناقابل استدلال کہا اسی طرح "ہماری تحقیق" یہ ہے کہ ہم اس قدر جرات کر کے اس کی تغلیط کیا بلکہ تضعیف

بھی نہیں کر سکتے۔ مدیر محترم کا یہ قول کہ "علماء کا فرض ہے کہ وہ مشہور اقوال اور احادیث کی پرکھ زیادہ احتیاط کے ساتھ کیا کریں کیونکہ اسی قسم کی احادیث سے زیادہ فتنہ پھیلتا ہے" یقیناً درست اور بجا ہے۔ لیکن یہ بھی تو نہ ہونا چاہئے کہ اغراض مہمومہ یا کسی کے ظن و تخمین پر بنیاد پر حدیث کو ضعیف و موضوع قرار دیں۔ اور اگر سلسلہ اس طرح چلایا جائے تو ہر شخص ہر حدیث پر کوئی نہ کوئی فرضی شبہ وارد کر کے اس کو ساقط الاعتبار بنانے کی کوشش کرے گا اور کسی نہ کسی کتاب میں سے رواۃ کے متعلق کچھ تنقیدی کلمات نکال کر اس روایت کی تضعیف کرے گا۔ اس لئے اصولاً تو یہ بات قابل تسلیم ہے کہ احادیث کی پرکھ میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔ لیکن تنقید کا معیار وہی ہونا چاہئے جو ائمہ محدثین اور ارباب فن نے مقرر کیا ہے اور اگر اس معیار پر حدیث مذکور کی پرکھ کی جائے تو یہ بات یقیناً ثابت ہوگی کہ یہ حدیث نہ روایت غلط ہے اور نہ روایت۔ اور اگر کوئی فتنہ پرداز اس کو آڑ بنا کر فتنہ پردازی کرتا ہے تو یہ خود اس کا جرم ہے اس میں حدیث کا کیا قصور؟ فتنہ پردازوں اور باطل پرستوں نے تو قرآن مجید کی آیتوں کی آڑ لے کر بھی ہمیشہ فتنے کھڑے کئے ہیں اور علیحدہ علیحدہ فتنے بنائے ہیں۔ کیا خوارج ان الحکمہ اللہا آیتہ کریمہ کی آڑ میں خروج و بغاوت کر کے فتنہ سامانی نہیں کی تھی؟ تو کیا نعوذ باللہ اس میں آیت کا کوئی قصور ہے؟ شبیحہ آج تک یو صیکم اللہ

۱۔ ترمذی شریف کی پہلی روایت

حدثنا الحسين بن حريث ابو عمار نا الفضل بن موسى عن محمد بن عمرو عن ابی سلمة عن ابی هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال تفرقت اليهود على احدى وسبعين فرقة واثنيتين وسبعين فرقة والنصارى مثل ذلك وتفرقت امتي على ثلاث وسبعين فرقة - وفي الباب عن سعد بن عبد الله بن عمرو وعوف بن مالك - حديث ابی هريرة كحديث حسن صحيح

۲۔ ترمذی شریف کی دوسری روایت

حدثنا محمود بن غيلان نا ابو داود الحفري عن سفیان بن عبد الرحمن بن زياد بن الغم الا فريقي عن عبد الله بن يزيد عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليا نين على امتي ما اتى على بنى اسرائيل حذ والنعل بالنعل حتى ان كان منهم من اتى امه علانية لكان فى امتي من يضح ذلك وان بنى اسرائيل تفرقت على ثنتين وسبعين ملة وتفرقت امتي على ثلاث وسبعين ملة كلهم فى النار الا ملة واحدة قالوا من هى يا رسول الله قال ما انا عليه واصحابى -

هذا حديث حسن غريب مقسّر لاخرقة مثل هذا الامن هذا الوجه (ترمذی شریف باب انراق هذه الامّة ص ۳۳۵)

۳۔ ابو داود شریف کی پہلی روایت

حدثنا وهب بن بقية عن خالد بن محمد بن عمرو عن ابی سلمة عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم افترقت اليهود على احدى واثنيتين وسبعين فرقة وتفرقت النصارى على احدى واثنيتين وسبعين فرقة

فى اولادكم كى آرمين حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کی شان اقدس میں کیا کیا گستاخیاں اور بزر بانیوں کرتے ہیں تو کیا یہ ان کی خباثت ہے یا آیتہ کریمہ کا کوئی نقص؟ اسی طرح آیتہ انی متوفیک اور قد خلعت من قبلہ الرسل کی آرمیں مزا صاحب نے وفات حضرت مسیح علیہ السلام کا باطل عقیدہ پھیلا دیا اور اپنی بحیثیت و نبوت کی عمارت تعمیر کر کے فتنہ پردازی کی انتہا کر دی۔ تو اب ان فتنہ جو اور تفرقہ پسند اشخاص کی باطل آرائیوں سے کیا ہم آیات قرآن مجید یا احادیث صحیحہ ثابتہ کو چھوڑ سکتے ہیں؟ پس اگر حدیث مذکور سے کسی فتنہ پرور نے کام لیکر علیحدہ فرقہ بنا نا چاہے اور اس کی آرمیں وہ اپنی شقاوت و بد بختی کا انہار کر گیا ہے تو یہ اس کا جرم ہے۔ یخیران ہوں کہ کوئی فتنہ پرور اس حدیث کی آڑ کیسے لے سکتا ہے بلکہ یہ تو ایسے اشخاص کی شقاوت اور فی النار المسقر ہونے پر مصیحا دلالت کرنے والی حدیث ہے۔ کیونکہ فتنہ پرداز اپنے کو اگرچہ صلح قرار دے کر فتنہ جوئی کرتا ہو لیکن جب وہ طریقہ ما انا علیہ واصحابی پر گامزن نہ ہو اور سلف صالحین کی پیروی کو ترک کر کے ”بھان متی کا علیحدہ کنبہ“ جوڑ رکھا ہو تو وہ فرقہ ناجیہ اور الجماعہ سے خارج اور بہتر فرقوں میں سے کسی فرقہ میں داخل اور سختی دوزخ ہے۔

تخریج حدیث { اب ہم چاہتے ہیں کہ اس کردیں جس کو روایت و روایت غلط قرار دیا جا رہا ہے۔

اگر مزید تتبع واستقصاء سے کام لیا جائے تو ممکن ہے کہ یہ حدیث دوسری کتابوں میں بھی مل جائے لیکن ہم یہاں پھر صحاح ستہ میں سے جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد کی روایتیں مع اسناد نقل کرتے ہیں اور پھر اس کے بعد اس حدیث کی روایتی اور درایتی حیثیت پر بحث ہوگی۔

قال النسائي ثقة وذكره ابن حبان في
الثقات (تهذيب التهذيب ص ۳۳۶)
۲- الفضل بن موسى

من جملة ما قال العلماء في توثيقه، قال ابن
معين وابن سعد، ثقة - وقال ابو حاتم - صدوق
صالح وقال علي بن خشرم سألت وكيعاً عنه فقال
اعرفه ثقة صاحب سنة - وقال الانباري عن ابي
نعيم هو ثابت من ابن المبارك وقال ابو اسمعيل
الترمذي سمعت ابا نعيم ذكره فقال كان والله
عاقلاً لبيباً وذكره ابن حبان في الثقات وقال
الحاكم هو كبير السن عالى الاسناد امام من

امّة عصره في الحديث الخ (تهذيب التهذيب ص ۳۳۶)
۳- محمد بن عمرو بن علقمة بن وقاص الليثي ابو عبد الله المدني
قال ابو حاتم هو صالح الحديث يكتب حديثه
وهو شيخ، وقال النسائي ليس به بأس وقال مرة
ثقة - روى عنه مالك في الموطأ واهم جرائد لا بأس
به ذكره ابن حبان في الثقات وقال الخطمي روى
له البخاري مقروناً بغيره ومسلم في المتابعات -

ان مختلف اقوال امّة سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ محمد بن عمرو
کی وہ حدیث جس کے لئے کوئی متابع ہو بالکل قبول کی جاسکتی
ہے (تفصیل در ص ۳۳۶ تا ۳۳۷ تهذيب التهذيب)

۴- ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف

یہ مشہور تابعی ہیں - بالاتفاق ثقہ معتد اور ہر
طرح قابل وثوق شخص ہیں اس لئے اقوال نقل کرنے
کی ضرورت نہیں پوری تفصیل اور مختلف اقوال توثیق
دیکھے جائیں (تهذيب التهذيب ج ۱۲ از ص ۱۱۸ تا ۱۱۸)

اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
مشہور صحابی اور تمام صحابہ کی جماعت میں کثیر الروایت اور
احفظ الناس لحديث رسول الله صلى الله عليه وسلم ہیں -

وتفترق امتي على ثلاث وسبعين فرقة -
۴- ابو داؤد وشریف کی دوسری روایت

حدثنا احمد بن حنبل ومحمد بن يحيى قالانا
ابو المغيرة نا صفوان نا عمر وبن عثمان حدثنا
بقية حدثني صفوان نحوه حدثني ازهر بن عبد
الحراري عن ابي عامر الهذلي عن معاوية بن ابي
سفیان انه قام فقال الا ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم قام فينا فقال الا ان من قبلكم من اهل الكتاب
افترقوا على ثنتين وسبعين ملة وان هذا الملة
ستفترق على ثلاث وسبعين ثلثان وسبعون
في النار واحد في الجنة وهي الجماعة زاد ابن الجي
وعمر وفي حديثهما وانه سينخرج في امتي اقوام
تجاري بهم تلك الالهواء كما يتجاري الكلب
لصاحبه وقال عمر الكلب يصاحبه لا يبقى منه
عرق ولا مفصل الا دخله (ابوداؤد جلد ثانی ص ۲۵۵)
كتاب السنة

ان چاروں روایتوں میں سے پہلی اور تیسری روایت
متن حدیث کے اعتبار سے ایک ہے محمد بن عمرو اسی سے
ترمذی بہ ذریعہ موسیٰ اور ابوداؤد بذریعہ خالد روایت کرتے
ہیں۔ دوسری اور چوتھی روایت میں الفاظ کا کچھ فرق ہے
لیکن یہ مضمون چاروں روایتوں میں مشترک

الفاظ سے ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
”اہل کتاب کے بہتر فرقے ہو گئے تھے اور میری امت کے
تہتر فرقے ہو جائیں گے“ اب ان روایات کے اسناد
کے متعلق اور رُوایہ کے احوال کے متعلق معروض کرتا ہوں -

روایتی حیثیت { ترمذی کی پہلی روایت کے رُوایہ کے
کچھ ارشادات دیکھیے -

۱- الحسین بن حریش ابو عمار

الصحابہ کلام عدول اس روایت کے بعد امام ترمذی نے حسب دستور ہذا احادیث ابی ہریرہؓ حدیث حسن صحیحہ فرما کر اس اسناد کی توثیق کردی اور ساتھ ہی یہ تہ بھی دیدیا کہ اس باب یعنی افتراق ہذہ الامۃ کے متعلق دوسرے صحابہ حضرت سعد اور عبداللہ بن عمرو اور عوف بن مالک رضی اللہ عنہم سے بھی روایتیں ہیں۔ امام ترمذی نے تو حضرت معاویہؓ کا ذکر نہیں فرمایا لیکن ابوداؤد اور مسند احمد کی روایتوں سے معلوم ہوا کہ ان سے بھی اس بارے میں روایات موجود ہیں گویا افتراق امت کی یہ پیشین گوئی حضورؐ سے چار صحابہ کرام روایت کر رہے ہیں اور ان میں سے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت خود ترمذی بھی آگے ذکر کر رہا ہے۔ ترمذی کی دوسری روایت کے اسناد پر بحث اور راویوں کے حالات کو دیکھئے۔

۱۱، محمود بن غیلان العدوی۔ امام ترمذی کے استاذ ہیں، قال المروزی عن احمد اعرفہ بالحدیث صاحب سنۃ قد حبس بسبب القرآن وقال النسائی ثقة و ذکرہ ابن حبان فی الثقات الخ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۵۷) ۱۲، ابوداؤد الحضری۔ ابن معینؒ، وکیعؒ، ابن المذینیؒ ابو حاتمؒ، احمدؒ، ابن سعدؒ، ابن حبانؒ، ابونعم وغیرہ سب علمائے رجال نے اس کی بہت توثیق کی ہے۔ تفصیل دیکھو تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۵۷ تا ۲۵۳

۱۳، سفیان ثوریؒ۔ مشہور امام فن ہیں۔ ان کے متعلق بہت سے علماء رجال کا قول ہے سفیان امیر المؤمنین فی الحدیث، علامہ ابن حجرؒ نے بہت سے اقوال توثیق و توصیف کے بعد لکھا ہے قال الخطیب کان اماماً من ائمة المسلمين وعلماً من اعلام الدین مجمعا علی امامتہ بحیث یستغنی عن تزکیۃ مع الاتقان والحفظ والمعرفة والضبط والورع والزهد (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۱۵ تا ۱۱۵)

۱۴، عبدالرحمن بن زیاد بن النعم الافریقی، ان کے بارے میں اقوال نقد و جرح مختلف قسم کی ہیں۔ بعضوں نے صالح کہا اور بعضوں نے تضعیف کی ہے سفیان ثوریؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے ہم چھ حدیثیں مرفوعاً ایسی بیان کی ہیں جو میں نے کسی اور اہل علم سے نہیں سنیں، تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۵۷ (ان چھ حدیثوں میں یہ مبحث عنہ حدیث داخل نہیں) اس سے معلوم ہوا کہ یہ افتراق امت والی حدیث حضرت سفیان ثوریؒ نے جس طرح عبدالرحمن سے سنی ہے اسی طرح اور اہل علم سے بھی سنی ہے لہذا اس کو چھ میں داخل نہیں کیا۔ تو اس حدیث کے بارے میں امیر المؤمنین فی الحدیث سفیان ثوریؒ کو اطمینان ہے اور اس کو صحیح سمجھ کر عبدالرحمن سے روایت کرتے ہیں (لہذا اگر عبدالرحمن کے متعلق بعض علماء نے کچھ کلام کیا بھی ہے تو ہمارے لئے مضر نہیں۔

۱۵، عبداللہ بن یزید۔ تمام علماء رجال نے ان کی توثیق و تعدیل کی ہے۔ بلکہ بعض نے لکھا ہے کہ صحابی ہیں اور خود حضورؐ کی صحبت سے شرف یاب ہوئے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۵۷)

۱۶، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مشہور صحابی، از ہذا الصحابہ اور کثیر الروایت شخص ہیں۔

اسی روایت کو ذکر کرنے کے بعد امام ترمذیؒ نے حسن غریب کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ لیکن اس کا مطلب صرف یہی ہے کہ یہ روایت اس تفصیل و تشریح کے ساتھ انہی الفاظ میں اسی سند سے حدیث حسن و غریب ہے اور لا نعرفہ مثل هذا الا من لهذا الوجه سے یہ معنی ظاہر ہو رہا ہے، یعنی یہی روایت اس متن کے ساتھ امام ترمذیؒ کو صرف اس سند سے پہنچ گئی ہے تو اول تو امام ترمذیؒ نے اس کی تضعیف نہیں کی اور غریب بھی اگر کہا ہے تو صرف اسی سند و متن کو۔ لہذا نفس مضمون کے اعتبار سے اس کی

صحت میں کوئی شک نہیں ابوداؤد کی پہلی روایت کے متعلق
سنئے!

(۱) وہب بن بقیع واسطی معروف بہ وہبان ابوداؤد
کا استنا ہے قال ابن معین وہبان ثقہ۔ وقال
الخطیب کان ثقہً وذكرہ ابن حبان فی الثقاة
وقال مسلمة الواسطی ثقہً (تہذیب التہذیب ص ۱۵۹)
(۲) خالد بن الحارث بن عبید الجحی ابوعثمان البصری
عن احمد الیہ المنتہی فی التثبت بالبصرة وقال
ابوزرعة کان یقال لہ خالد امصدق وقال ابن سعد
ثقة۔ تمام علماء رجال نے ان کی کافی توثیق کی ہے۔ تفصیل دیکھو
(تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۷۷)

خالد کے بعد وہی راوی ہیں جو ترمذی شریف کی پہلی
روایت کے تھے اور جن کا حال مذکور ہوا ہے۔

ابوداؤد کی دوسری روایت کے احوال ملاحظہ فرمائیے
حضرت ابوداؤد نے تین اساتذہ سے یہ روایت کی ہے۔

اول حضرت امام احمد بن حنبل مشہور امام ائمہ حدیث
اور ائمہ مجتہدین میں سے ہیں ان کے متعلق تو کسی قسم کے بیان
کی ضرورت نہیں۔

دوم محمد بن یحیی الذہبی ہیں۔ مختلف ائمہ جرح و ثناء اور
خصوصاً امام احمد نے ان کے متعلق توثیق و تعیل کے الفاظ
اور تعریف و توصیف کے بہت سے جملے بیان کئے ہیں۔ پوری
تفصیل کے لئے دیکھو تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۵۱۱
تا ص ۵۱۶۔

سوم عمرو بن عثمان القرشی ہیں قال ابو حاتم صدق
وذكرہ ابن حبان فی الثقاة وثقة النسائی فی اسماء
شیوخہ وکذا ابوداؤد ومسلمة وثقة (تہذیب التہذیب ج ۳)
حضرت امام احمد بن حنبل اور محمد بن یحیی دونوں حضرات
روایت ابو المغیرہ سے کرتے ہیں۔

(۲) ابو المغیرہ اسمہ عبدالقدوس بن الحجاج الخولانی۔

روی عنہ البخاری و یحیی بن معین واحمد بن حنبل
وغیرہم من اجلۃ ائمۃ الحدیث قال ابو حاتم کان
صدوقاً وقال العجلی والدارقطنی ثقة وذكرہ ابن
حبان فی الثقاة مات سنہ ۲۱۲ وعلی علیہ احمد
بن حنبل (تہذیب ج ۴ ص ۳۷)

اور عمرو بن عثمان قرشی بقیہ سے روایت کرتے ہیں اور

اس راوی بقیہ بن الولید الکلاعی کے متعلق تمام مندرجہ
تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ثقافت و معروفین سے روایت
کرے تو مقبول ہے اور اگر جمہولین سے کرے یا اس کا کوئی
متابع موجود نہ ہو تو پھر اس کی روایت کا اعتبار نہ ہوگا (خلاصہ)

تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۴۳ (۳) یہاں تو اس کا متابع
ابو المغیرہ بھی ہے اور روایت بھی صفوان سے ہے، جو کہ
معروفین میں سے ہے اس لئے یہاں پر اس کی روایت
معتبر ہوگی۔

ابو المغیرہ اور بقیہ دونوں حضرات صفوان سے
روایت کرتے ہیں۔

(۳) صفوان بن عمرو السکسی۔ قال ابو حاتم
والنسائی ثقة (لاباس بہ وقال ابن سعد کان ثقةً
ماموناً کان ابن المبارک وغیرہ یوثقہ و ذکرہ ابن
حبان فی الثقاة (تہذیب التہذیب ص ۲۲۹)

(۴) ازہر بن عبداللہ الحرازی الحمصی لم یشککوا الا
فی مذہبہ وقد وثقه العجلی (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۸)
(۵) ابو عامر اہودنی اسمہ عبداللہ بن یحیی الحمیری۔

قال العجلی شاعی ثقة من كبار التابعین و ذکرہ
ابوزرعة الدمشقی فی الطبقة العلیاء التي تلی
الصحابہ و ذکرہ ابن حبان فی الثقاة (تہذیب
التہذیب ج ۵ ص ۳۷)

(۶) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تب وحی جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشہور صحابی ہیں۔

امام ابو داؤد نے ان دونوں روایتوں کے ذکر کرنے کے بعد ان پر کسی قسم کی تنقید وغیرہ نہیں کی۔ حالانکہ ان کا طریقہ یہ ہے کہ جس حدیث پر کسی قسم کے کلام کی گنجائش اگر ہوتی ہے تو وہ ضرور کچھ نہ کچھ ذکر کر دیتے ہیں۔ خود ابو داؤد فرماتے ہیں:-

ولیس فی کتاب السنن میری اس تصنیف میں کسی الذی ضفقتہ عن رجل متروک الحدیث شخص کی کوئی متروک الحدیث شئی روایت نہیں اور جب اس میں واذا کان فیہ حدیث منکر کسی منکر کی حدیث ہو تو میں یستتر ما اند منکر و لیس بتلاوتہا ہوں کہ یہ منکر ہے علی نحوہ فی الباب وغیرہ دیا اور اس قسم کے الفاظ لے و ما کان فی کتابی من حدیث آتا ہوں اور میری کتاب میں فیہ و ہن شدید فقد اگر کوئی ایسی حدیث آئی ہے بدینہ ومنہ مالا اسندہ جس میں کچھ شدید ضعف ہے وما لہ اذکر فیہ شیئا تو میں نے وہ بیان کیا ہے فہو صالح الخ صلا اور بعض کی سند نہیں لاتا اور جہاں میں کچھ ذکر نہ کروں تو وہ حدیث صالح ہے

پس اسی بنا پر یہ کہنا درست ہے کہ ابو داؤد کے ہاں یہ حدیث بالکل صحیح اور ثابت ہے کیونکہ انہوں نے اس کے بارے میں کچھ گفتگو نہیں کی۔

ترمذی کی حدیث علامہ اور ابو داؤد صلا کو انہی محمد بن عمرو سے سنن ابن ماجہ میں محمد کے ایک تیسرے شاگرد محمد بن بشیر نے بھی روایت کیا ہے۔ قال ابن ماجہ: حد ثنا ابو بکر بن ابی شیبہ ثنا محمد بن بشر ثنا محمد بن عماد الخ صلا بلکہ ایک دوسری روایت ابن ماجہ میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی بھی موجود ہے صلا ۲۹۶

ترمذی کی وہ پہلی روایت ابو عبد اللہ الحاکم النیشاپوری (المتوفی ۳۲۰ھ) نے مستدرک میں بھی ترمذی کے انہی رواۃ کے واسطے سے روایت کی ہے۔ حاکم کہتا ہے.....

اخبرنا ابو العباس قاسم بن القاسم السیاری بمرو ثنا ابو الموجه حد ثنا ابو عامر ثنا الفضل بن موسی الخ بھر لکھتا ہے وقد احتج مسلم بمحمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ واتفقا جمیعاً علی الاحتجاج بالفضل بن موسی وھو ثقہ (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۱) گویا حاکم کے ہاں ترمذی کی روایت علی شرط الشیخین اور قابل اعتماد وثوق ہے۔ اور حافظ ذہبی نے اگرچہ تلخیص المستدرک میں کہا ہے۔ وقلت ما احتج مسلم بمحمد بن عمرو ومنہ دابل بانضمامہ الی غیرہ صلا لیکن ظاہر ہے کہ یہی روایت اور بہت سے راویوں کے ذریعہ بھی کتابوں میں مذکور ہے لہذا انضمام الی غیرہ یہاں بھی ہے غرض محدثین اور ائمہ فن کے ہاں کبھی بھی اس حدیث پر تنقید نہیں کی گئی اور کسی قسم کا روایتی اشکال پیش نہیں کیا گیا لیکن متقدمین کے بعد ابن حزم (۳۸۴ھ) یا علامہ فیرز آبادی (۸۱۶ھ) نے اس پر کچھ جرح کی ہے جس کو مدیر زمر نے خاص اہمیت کے ساتھ پیش کر کے اس کی موضوعیت کا حکم لگایا ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس کا بھی جواب دیا جائے۔

علامہ ابن حزم کی تنقید { ہم نہیں چاہتے کہ ایک حدیث کی تحقیق

کے سلسلہ میں کسی عالم دین کے حالات بیان کر کے اس پر تنقید کریں کیونکہ باوجود علامہ و فہامہ اور سب کچھ ہونے کے اس سلسلہ میں ابن حزم کی جو حیثیت ہے وہ غالباً خود مدیر زمر سے بھی خفی نہیں۔ اگر اس کی تنقید کو معیار قرار دے کر کسی حدیث کی صحت و ضعف یا کسی محدث و فقیہ کی علمی جلالت و منزلت کو پرکھا جائے تو پھر شاید بہت ہی کم حدیثوں کو صحیح ماننا ہوگا اور بہت ہی محدود ائمہ دین کو مقتدا و پیشوا تسلیم کرنا ہوگا۔ جس طرح علامہ ابن جوزی تشدد میں شہرہ آفاق ہیں اسی طرح ابن حزم بھی

حکم باوجود منع کے فن میں ید طولی رکھتے ہیں۔ ابن خلدون لکھتا ہے :-

”کہ وہ اکثر علمائے متقدمین پر نکتہ چینی کرتا رہتا شاید ہی کوئی ہو جو اس کے تختہ مشق بننے سے محفوظ رہا ہو۔ اس لئے اُس سے لوگوں کے دل ہزار ہونگے اور فقہاء وقت کے تیروں کا نشانہ بننا سب نے اس سے بے تعلقی برتی اور اس کے قول کو رد کیا اور اس کی تفصیل و تشنیع پر اجماع کیا اور سلاطین کو اس کے اس کے فتنے سے ڈرایا اور عوام کو اس کے نزدیک ہونے اور اس سے کچھ سیکھنے سے سخت روکا۔ ابو العباس بن عریف نے کہا ہے لسان ابن حزم و سیف الحجاج بن یوسف اتقوا شقیقین (یعنی ابن حزم کی زبان اور حجاج کی تلوار دونوں ایک جیسی ہیں) اور یہ اس لئے کہ وہ ائمہ کے متعلق نہایت سخت نکتہ چینی کرتا رہا۔“ (اتحاف النبلاء ص ۳۲)

الغرض ایسے تشدد کی تنقید پر (خواہ اس کی نیت صالح ہی ہو) ہم اس حدیث کو کیوں ٹھکرائیں جس کو ائمہ حدیث بلا انکار نقل کرتے چلے آئے ہوں۔ اور اگرچہ یہ اصطلاح محدثین مشہور نہ بھی ہو۔ لیکن قرن اول سے لے کر آج تک اس قدر شہرت پدید ہوئی ہو کہ ان مباحث کے متعلق جو بھی کتاب اٹھاؤ اس میں یہ حدیث ضرور ملے گی۔

علامہ فیروز آبادی کی تنقید افسوس ہے کہ در یزمن نے سفر السعادت کو اٹھا کر اس سے مفید مطلب عیادت نقل کر دی اور اتنا بھی نہ کیا کہ اس کی شرح شیخ عبدالحق صاحب محدث مدظلہ کا کلام اٹھا کر ملاحظہ فرماتے۔ حالانکہ ”تحقیق“

تو اس کا نام ہے کہ اس موضوع کے متعلق تمام ماہر و ماہر علیہ جو بہ آسانی دستیاب ہو سکتے ہوں سامنے رکھ کر قلم اٹھایا جائے اور اگر شیخ محدث کی شرح کے زیر نظر رہنے کے باوجود وہ کچھ کہا گیا ہے جو کہا گیا تو بے ادبی معاف یہ تو کتمان حق کے جرم کا ارتکاب اور ”محققانہ شان“ کے خلاف ہے۔ بہر حال علامہ فیروز آبادی کے اس قول کے متعلق ہم شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی شرح کی روشنی میں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

کتاب سفر السعادت کے آخر میں ”خاتمہ الکتاب“ کے عنوان سے علامہ فیروز آبادی نے بہت سی احادیث پر تنقید کر کے بتلایا ہے کہ یہ یہ صحیح نہیں۔ اس پر شیخ محدث دہلوی نے جو کچھ لکھا ہے اس میں سے ضروری اجزاء کا ترجمہ کرتا ہوں۔

شیخ مصنف نے اس باب میں بہت تو غل کیا اور بہت تشدد سے کام لیا ہے۔ پر رکھ کرنے کے میدان میں اگر انہوں نے اُن لوگوں کی تقلید شروع کی ہے جو اس باب میں تشدد سے کام لینے والے تھے بہت سی حدیثوں پر انہوں نے جرح و طعن کر کے بعض

پر تو عدم صحت کا حکم لگایا اور بعض پر عدم ثبوت کا۔ بعض پر وضع و افتراء کا۔ اور بعض پر رد و بطلان کے خطوط کھینچے۔ حالانکہ ان میں ایسی حدیثیں بھی ہیں کہ معتبر کتابوں میں مذکور اور علمائے اکابر علمائے دین و محدثین کے ہاں مقبول ہیں اور ائمہ فقہ و اجتہاد نے انہی سے مسائل میں تسک و احتجاج کیا ہے اس باب کا مطالعہ، مطالعہ کرنے والے کو پریشانی و حیرانی کی وادی میں ڈال دیتا ہے ہاں اگر محدثین کی خاص اصطلاح پر عدم صحت کا حکم نہ جائے تو حندان و بری بات نہیں۔

پھر تفصیل کر کے فرماتے ہیں :-

جہاں پر مصنف کہتا ہے ”ثابت نہ شدہ و بہ ثبوت نہ رسیدہ“ ظاہر یہی ہے کہ اس سے مراد درجہ دوم کی نفی ہے۔ یعنی حسن لذاتہ اور لغیرہ کی اور مرتبہ ضعیف کی نفی کا بھی احتمال رکھتا ہے۔ بہر حال ہو سکتا ہے کہ ان کی مراد لفظ حدیث کی نفی ہو۔ یعنی ان مخصوص الفاظ کے ساتھ اس حدیث کا ورود صحیح نہ ہوا اور ثابت نہ ہو سکا ہو بلکہ اور الفاظ کے ساتھ ثبوت تک پہنچ گئی ہو۔ کیونکہ محدثین نے احادیث کے بارے میں تہایت تدقیق سے کام لیا ہے اور الفاظ میں معمولی تغیر اور فرق پیدا ہوجانے سے بھی وہ حدیث کو دوسری حدیث کہہ دیا کرتے ہیں (ص ۵۸)

اس سلسلہ میں احادیث کی صحت و سقم اور قوت و ضعف کے متعلق قدرے تفصیل کرنے کے بعد حضرت شیخ دہلویؒ نے خود مصنف سفر السعادة علامہ فیروز آبادیؒ کی ایک عبارت کا ترجمہ پیش کیا ہے جو ان کے رسالہ نقد الصلیحہ لہذا اعتراض علیہ من احادیث المصابیہ میں موجود ہے۔ میں بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ تصحیح کروں تاکہ احادیث کے ضعف و صحت کے حکم کے بارے میں مصنف کا نظریہ معلوم ہوجائے۔

”کسی حدیث پر وضع اور جعلی ہونے کا حکم لگانا

نہایت ہی مشکل کام ہے۔ کیونکہ یہ صورت تب صحیح ہو سکتی ہے جب کہ پوری تفتیش و تحقیق اور تمام روایات کو جمع کرنے کے بعد یہ یقیناً معلوم ہوجائے کہ اس سن کے لئے اس مذکورہ طریق واحد کے ماسوا اور کوئی طریق روایت موجود نہیں۔ اور ساتھ ہی

بہت سے ایسے قرائن بھی موجود ہوجائیں جو متحر حافظ حدیث کے باعث ہوجائیں کہ وہ اس حدیث کی تکذیب پر ۔۔۔۔۔ مکرر اور ایسا ہوجانا نہایت مشکل ہے۔ اور اس لئے ابو الفرج ابن الجوزیؒ پر اعتراض کیا گیا ہے کہ اس نے اپنی کتاب موضوعات میں بہت وسعت سے کام لیا ہے اور بہت سی ایسی حدیثوں کو موضوع قرار دیا ہے جو واقعہ میں موضوع نہیں۔ کیونکہ ان میں بہت سی حدیثیں ضعیف کے درجہ میں ہیں کہ درغیب و ترہیب کے بارے میں ان سے تسک ۔۔۔۔۔ ممکن ہے۔ اور نیز حسن حدیثیں ہیں اور ایسی احادیث بھی موجود ہیں جن کی بعض ائمہ نے تصحیح بھی کی ہے مثلاً صلوٰۃ تسبیح اور ایسی احادیث بھی ہیں کہ اس کے اور ایسے طرق پائے جاتے ہیں جن سے اس طریق کی تائید و تقویت ہوجاتی ہے لیکن ابن جوزیؒ اس پر مطلع نہیں ہو سکا اب اس کے بعد جو لوگ آئے انہوں نے صرف ابن جوزیؒ کی تقلید کر کے ان احادیث کو موضوع کہا۔ حالانکہ ان کو فن حدیث میں خود کوئی مہارت و قدرت نہ تھی، حقیقت میں یہ کام فن حدیث کے ماہر ائمہ متقدمین کا ہے جو کمال تبحر اور پوری وسعت علمی رکھتے تھے اور احادیث اور طرق احادیث کو محفوظ رکھتے تھے۔ مثلاً شعبہؒ، یحییٰؒ سعید بن القطانؒ، عبد الرحمن بن المہدیؒ و امثال ان یا ان کے بعد کے وہ حضرات جو ان کے تلامذہ تھے مثلاً احمد بن حنبلؒ۔

علی بن المدینی، یحییٰ ابن معین، اسماعیل بن راہویہ یا اور ان کے اہل طبقہ ائمہ فن اور پھر ان کے بعد ان کے تلامذہ مثلاً بخاری مسلم ابو داؤد ترمذی نسائی یا ان کے امثال دارقطنی اور بیہقی کے زمانہ تک کہ ان کے بعد اور کوئی نہیں آیا جو مرتبہ میں ان کا مساوی ہو بلکہ ان کا قریب بھی کوئی نہ ہو سکا پس اگر متقدمین کے کلام میں کسی حدیث کے متعلق حسن و ضعف، صحت و وضع کا حکم پایا جائے تو اس لئے اس پر اعتماد کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرات کو اس بارے میں حظ عظیم اور اطلاع تمام عطا فرمایا ہے اور اگر ان ائمہ سے اس بارے میں مختلف روایتیں ہوں تو پھر البتہ ترجیح یا تطبیق سے کام لیں گے (شرح سفر السعادت ص ۴۰)

اس کے بعد حضرت شیخ عبدالحقؒ نے اپنی طرف سے تحریر فرمایا ہے کہ :-

”اس سے معلوم ہوا کہ کسی حدیث پر ضعف و وضع کا حکم لگانا بہت مشکل کام ہے اور یہ کام صرف ائمہ متقدمین کا ہے اور متاخرین میں سے جو کوئی اس کام میں پڑا ہے اس نے بہت سی غلطیاں کی ہیں اور بہت سی ایسی حدیثوں پر ضعف و وضع کا حکم لگایا گیا ہے معلوم نہیں کہ وہ کس قبیلے کے ہیں۔ آیا ائمہ متقدمین میں سے منقول ہیں یا نہیں اور بصورت نقل آیا متفق علیہ ہیں یا مختلف فیہ۔ اس کو بیان کرنا چاہئے تھا تا کہ حقیقت حال منکشف ہو جائے۔ اکثر تو وہی ہیں جن

پر ابن جوزیؒ یا ان جیسوں نے حکم لگایا ہے اور بعض شہادت قلبی کی بنا پر موضوع دکھائی دیتے ہیں اور بعض کتب معتبرہ فن میں مذکور ہیں ائمہ فن نے ان کی روایت کی ہے۔ اور ان پر صحت یا حسن یا ضعف کا حکم لگایا ہے اور جن بعض کو مطلق ذکر کیا ہے اور ان پر کوئی حکم نہیں لگایا وہ تو خود موضوع نہیں ہو سکتی اور اگر کسی نے حکم وضع کیا بھی ہو تو وہ مختلف فیہ ہے۔ پس جزاً ان احادیث کو موضوع کہنا جیسا کہ مصنفؒ نے کیا ہے ہرگز درست نہیں الخ (شرح سفر السعادت ص ۴۰)

اگر میرم قرم حضرت شیخ عبدالحقؒ کی اس ساری تفصیل کو ملاحظہ فرما کر اس کی روشنی میں سفر السعادت کا مطالعہ کرتے تو وہ خود فیصلہ کر سکتے کہ خود ہی علامہ فیروز آبادی کے بتلائے ہوئے اصول کی بنا پر بھی حدیث افتراق امت کو موضوع بلکہ ضعیف کہنا بالکل درست نہیں۔ حکم بالوضع متاخرین کے لئے ایک نہایت متسمر و مشکل کام ہے۔ اور جس حدیث کو امام ترمذیؒ نے روایت کر کے ”حسن صحیح“ فرمایا ہو۔ ابو داؤدؒ نے مطلق چھوڑ کر گویا اس کی توثیق و تائید کی ہو، حاکم اس کو علی شرط الشیخین قرار دے کر روایت کر رہا ہو، اس کی متابع روایتیں فن کی دوسری کتابوں میں ملتی ہوں تو پھر یہ یک جنبش قلم ان تمام پر خط تغلیط کھینچ کر اس کو جعلی اور موضوع کہہ دینا کتنی بڑی جرأت ہے۔ یہاں تک تو سفر السعادت کی احادیث مذکورہ کے متعلق ایک اصولی اور ضابطہ کی بحث تھی۔ اب اس خاص حدیث افتراق امت کے متعلق جو حضرت شیخ دہلویؒ نے فرمایا ہے وہ حسن لہجہ :-

اس حدیث کی تخریج کے بعد اول انہوں نے امام سخاویؒ کی کتاب المقاصد الحسنہ کی

عبارت کا خلاصہ نقل کیا ہے امام سخاویؒ نے بھی تخریج کے بعد فرمایا ہے کہ یہ روایت ابن صحابہ کرامؓ کے علاوہ جن کا ترمذیؒ نے ذکر کیا ہے۔ مندرجہ ذیل صحابہؓ نے بھی روایت کی ہے۔ قلت وعن النضر وجابر ابی امیہ وابن عمرؓ وابن مسعودؓ وعلیؓ وعمر بن عوفؓ وعویمرؓ وابی الدرداءؓ ومعاویہؓ ووائلہؓ انتہی۔

پھر اس کے بعد حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ :-

بالجملہ یہ ایک ایسی حدیث ہے کہ اس کے طرق بہت زیادہ ہیں اور ائمہ نے اس کی صحت کا حکم لگا دیا ہے اور نیز یہ بھی کہ تمام روایات میں افتراق امت تہتر فرقوں پر مذکور ہے بہتر یہ نہیں۔ ہاں ایک روایت ابن ماجہ کی حضرت انسؓ سے ایسی ہے، جن میں بہتر فرقوں پر افتراق امت کا ذکر ہے۔ اس کے بعد حضرت شیخ محدث دہلویؒ صاحب سفر السعادت کی اس عبارت کی تاویل و توجیہ فرماتے ہیں ”و در باب افتراق امت بر ہفتاد و دو فرقہ چیزے ثابت شدہ واللہ اعلم بالصواب“

کہ چونکہ تمام طرق حدیث میں تہتر فرقوں کا ذکر ہے صرف ایک طریقہ حضرت انسؓ سے روایت کا ابن ماجہ میں بہتر فرقوں کا ہے اس لئے مصنفؒ کا مطلب یہ ہے کہ ”ہفتاد و دو“ (بہتر والی) روایت جو ہے وہ ثابت نہیں، یعنی روایات سے ثابت تو تہتر فرقے ہیں تو جس روایت میں بہتر ہے، وہ ایک طریق ہے اور تمام طرق کا مخالف۔ لہذا اُن تمام کے مقابلہ میں مصنف نے صرف اس ایک طریق کو غیر ثابت فرمایا ہے۔ گویا مصنفؒ خود افتراق امت سے انکار نہیں کرتے

صرف بہتر والی روایت سے انکار کر رہے ہیں، پھر حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اگر عبارت کی یہ توجیہ نہ کریں اور جیسا کہ متن کے بعض نسخوں میں ہفتاد و دو کا لفظ موجود ہے۔ تو پھر تو ”کلام مصنفؒ محل سخن است چنانکہ ثابت کردیم“ (شرح سفر السعادت ص ۷۸)

ہم نے قصداً اس لئے اس قدر طوالت سے کام لیا ہے اور با اسناد متون حدیث اور احوال رواۃ اور حضرت شیخ کی شرح کی پوری تفصیل عرض کی کہ مدیر محترم نے نہایت زوردار الفاظ میں روایت اس کی تخلیط کی تھی اور کہا تھا کہ یہ بالکل جعلی اور موضوع ہے۔ اور ابن خزم اور سفر السعادت کے حوالے نہایت قطعی اور یقینی قرار دے کر پیش کئے تھے امید ہے کہ اس تفصیل کے بعد مدیر محترم اپنی رائے کو ضرور بدل دیں گے اور کم از کم یہ قول تو ضرور واپس لے لیں گے کہ ”روایتی حیثیت سے اس حدیث میں کمزوری ہے یا جعلی ہے“

دراستی حیثیت { روایتی حیثیت کے خوب واضح ہونے کے بعد دراستی حیثیت پر بھی بحث ضروری ہے اور چاہئے کہ جس اشکال کو پیش کر کے مدیر محترم نے حدیث سے انکار کی جرأت کی ہے اس اشکال کا قلع قمع کر دیا جائے۔ اشکال کا خلاصہ یہ ہے :-

کہ اگر اس کو حدیث اور ارشاد نبویؐ تسلیم کیا جائے تو چونکہ فرقے تہتر سے بڑھ گئے ہیں اس لئے حضورؐ کی پیش گوئی پھر جھوٹی نکلتی ہے۔“

مگر ہماری عرض سنئے اگر مدیر محترم اس حدیث کے اس مطلب کو ذہن میں رکھتے جو تمام شرح حدیث نے ذکر کیا ہے تو نہ یہ اشکال پیش آتا اور نہ انکار حدیث کرتے اور نہ ہم کو جواب لکھنے کی ضرورت محسوس ہوتی، ہاں اگر یہ کہا جاتا کہ میں نے اس حدیث کے جو معنی بیان کئے ہیں وہ معنی صحیح نہیں اس پر کچھ اشکال وارد کرتے تو البتہ ایک بات بھی تھی، اور

اب جب کہ اس حدیث کی ایک صحیح اور بے غبار توجیہ ہو سکتی ہے تو کیوں اس توجیہ و تشریح سے آنکھیں بند کر کے اشکال کے ورود کے لئے گنجائش نکالی جاتی اور حدیث سے انکار کیا جاتا ہے۔

علمائے حدیث نے اس کی تین توجیہیں بیان فرمائی ہیں۔ اول توجیہ یہ کہ تہتر کی تعداد جو حدیث میں مذکور ہے واقعی فرقے اسی تعداد میں محصور ہیں۔ یعنی تاروز قیامت حضور کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے والے فرقے تہتر بن جائیں گے۔ اگرچہ ان میں سے بعض فرقے عقائد میں صحیح اسلامی اور محمدی حدود سے نکل کر کفر میں داخل ہو جائیں گے لیکن باوجود عقائد فاسدہ اور گمراہیوں کے ان کا دعوائے پھر بھی اپنے زعم میں یہی رہے گا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں اس لئے آپ نے بھی حدیث میں ان کو امتی فرمادیا۔ اور اس افتراق سے مراد فروع و جزئیات اور مسائل اجتہادیہ میں اختلاف نہیں، تاکہ وہ اشکال پیدا کیا جائے کہ اس لحاظ سے تو فرقے اور نظریے سینکڑوں بن گئے ہیں بلکہ مراد اصول دین اور بنیادی عقائد کے اعتبار سے اختلاف و افتراق ہے اور اسی اصولی اور اعتقادی اختلاف کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو تہتر فرقے ابھی تک پورے نہیں ہوئے۔ ورنہ مدبر مزم "ہی فہرست پیش کریں کہ آج تک بنیادی عقائد اور اصول دین کے اعتبار سے ایک دوسرے سے جدا ہونے والے فرقے کتنے پورے ہو چکے ہیں؟ ہاں یہ خیال ضرور ہے کہ شیعوں کے مختلف گروہوں کو معجولی جمعی اختلافات کی بنا پر جدا جدا فرقہ نہ شمار کیا جائے۔ اور اسی طرح بعض بعض مسائل میں قدرے باہمی اختلاف کی وجہ سے معتزلہ کے مختلف فرقے نہ بنا دیئے جائیں، پس اکثر محدثین نے حدیث کی یہی توجیہ کی ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس توجیہ کو بلا وجہ رد کر کے حدیث سے منکد ہو جائیں۔

دوسرے توجیہ۔ حدیث شریف میں تہتر کی تعداد

مذکور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس تعداد سے کم تو نہ ہوں گے اتنے فرقے تو ضرور پورے ہو ہی جائیں گے۔ یعنی اس سے بڑھ جانے کی نفی مقصود نہیں۔ صرف اس حد تک ضرور پورے ہونے کا ذکر ہے۔ لہذا اگر اس تعداد سے فرق زیادہ موجود ہو جائیں تو اس صورت میں پیش گوئی غلط نہ ہوگی۔ بلکہ اگر تاقیامت اس قدر فرقے نہ بن جاتے، تعداد تہتر سے کم رہتی تو البتہ اس وقت کہنے کی گنجائش ہوتی کہ وہ پیش گوئی تو پوری نہ ہوئی اور کچھ اشکال پیش آجاتا اور اب جب اس قدر فرقے پورے ہو چکے ہیں تو پیش گوئی پوری تو ہو گئی اب جتنے بڑھتے جائیں گے ان سے حدیث پر کوئی موافق و مخالف اثر نہیں پڑتا۔ اور بعض اکابر نے تو اس کو اولی کہا ہے ربنل الجہود شرح ابوداؤد ج ۵ ص ۱۸۹

تیسری توجیہ۔ تہتر کے عدد سے مقصود حصہ نہیں کہ وہ خواہ مخواہ تہتر ہی فرقے ہوں گے بلکہ یہ عدد کثرت سے تعبیر ہے۔ فرمانا یوں تھا کہ میری امت کے بہت سے فرقے بن جائیں گے، لیکن جیسا کہ عربی محاورہ ہے کہ وہ عدد کثیر سے تعبیر نہ کرنا کچھ اوپر سے کر کے ساتھ لیا کرتے ہیں

لے غالی شیعہ باوجودیکہ سرحد اسلام سے نکل کر مملکت کفر میں داخل ہوئے ہیں لیکن ان کا دعویٰ تو پھر بھی یہی ہے کہ ہم محمد رسول اللہ کی امت میں سے ہیں اور اپنے باطل مذہب کو اسلام کہتے ہیں اسی طرح مثلاً آج کل مرزا صاحب کی امت باوجودیکہ حضور خاتم النبیین سے بالکل کٹ چکی ہے اور اسلام سے ان کا کوئی بھی تعلق نہیں رہا لیکن ان کا دعویٰ پھر بھی لوگوں کے سامنے یہی رہتا ہے کہ ہم حضور کے امتی ہیں بلکہ حقیقی مسلمان ہم ہیں۔ اور دوسرے کا فرقے مثلاً عیسائی، ہندو، سکھ وغیرہ کبھی اپنے کو امت محمدی میں داخل نہیں کہتے اور نہ اپنے مذہب کا نام اسلام رکھتے ہیں۔ پس یہی وجہ ہے امتی کی اضافت کی (باقی اگلے صفحہ پر)

تو آپ نے بھی اس کثرت کے بتلانے کے لئے تہتر کے عدد کو استعمال فرمایا۔

اور اس کی نظیر ایک تو وہ حدیث ہے جو مسلم شریف میں روایت کی گئی ہے

الایمان بضع وسبعون شعبۃً

”ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں“

تو بعض علما نے اس کو حصر کے لئے قرار دے کر اتنی تعداد کے شعبہ بیان کر دیئے ہیں۔ لیکن علامہ قاری مکیؒ فرماتے ہیں:-

والاظہار ان المراد به التکثیر لا الحد

(فتح الملمح ج ۱ ص ۱۱۱)

”زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد تکثیر ہے

تحدید نہیں۔“

اور اسی طرح سورۃ براءت کی آیت وان تستغفر لہم

سبعین مرة فلن يغفر الله لہم کی تفسیر میں بعض علما

مفسرین یہی فرمایا ہے کہ یہاں پر ”سبعین“ کا عدد تکثیر

کے لئے ہے تحدید کے لئے نہیں پوری تفصیل دیکھئے۔

(روح المعانی پارہ ۱۰ ص ۱۳۱ و تفسیر کبیر ج ۴ ص ۱۱۱)

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کا مطلب اس

صورت میں یہ ہوگا کہ آپ نے فرمایا کہ اس سے قبل یہود

ونصارے کے بہت سے مرتے ہوئے تھے اور میری امت

کے بھی بہت سے مرتے ضرور نہیں گئے اور ان کا یہ انفرق

واختلاف آپس میں بنیادی عقائد کی بنا پر ہوگا۔ ہر ایک

اپنے عقیدہ کو اسلام قرار دیتا ہوگا۔ لیکن حقیقت میں ان

میں سے صرف ایک فرقہ ایسا ہوگا جو باعتبار عقائد ناجیہ ہے

اور اس فرقہ کے عقائد و عمل جنت کے موجب ہوں گے، اور

دورخ سے دور رکھنے کا باعث ہوں گے۔

داگرچہ ہو سکتا ہے کہ بوجہ کسی عملی خرابی کے چند روز

بطور سزائے عمل بدن کو آگ میں بھی ڈال دیا جائے اور

یہ فرقہ وہ ہوگا جو صحابہ کرام کے عقائد و اطوار پر ہوگا اور

اس ایک گروہ کے ماسوا جتنے بھی گروہ ہوں گے وہ تمام باعتبار

عقائد کے مستحق دورخ ہوں گے۔ پس اگر اس حدیث میں

تہتر کے عدد کو صرف تکثیر کے لئے لے لیا جائے تو پھر بھی وہ

اشکال وارد نہ ہوگا۔ جس کے خوف سے مدیر مزمع نے حدیث

پر ماتم صاف کیا ہے اور اہل کتاب کے بارے میں بہتر اور

اپنی اُمت کے بارے میں تہتر کا ذکر کرنے کا نکتہ شاید

یہی ہے کہ اس اُمت کے مرتے اہل کتاب کے فرقوں کی تعداد سے

بڑھ جائیں گے اور اسی زیادت کو ایک کے عدد کی زیادتی

سے ظاہر کیا گیا۔

جب یہ تین توجہ میں شراح حدیث نے نقل کی ہیں

اور ان میں سے جس کسی کو بھی قبول کیا جائے تو اعتراض نہیں

ہو سکتا۔ اور حدیث بہ اعتبار سند کے ثابت اور ائمہ فہم کے

ماں منقول و مشہور ہے۔ اور علم کلام کی اکثر کتابوں میں یہی

حدیث بار بار پیش کی گئی ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کا

بالکلیہ انکار کریں اور اس شد و مد کے ساتھ تردید کریں جس

طرح کہ مدیر مزمع کر رہے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

خط و کتابت

کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور
دیا کریں ورنہ عدم تعمیل معاف۔

(میلنجر)

(ماشیہ بقیہ مشمل) اس لئے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ بہنہ گراہ فرقہ کا فر نہیں ہو سکتے اور اس لئے کوئی غالی شیعوں یا مزائیل
یا دوسرے بعض گمراہوں کی تکفیر میں اس لئے تامل کرے کہ وہ اپنے کو اُمتی کہلاتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی
طرف اُمتی کہہ کر اضافت کی ہے۔

قلعہ مرزا بیت

لاہوری مرزائیوں کے حل تلمیسی کا انکشاف

(۳)
(ازمیلین)

مرزا صاحب کی کتاب میں بھی موجود ہیں اور ان کے دعاوی بھی معلوم، مگر لاہوری مرزائیوں کی دیدہ دلیری اور عہدہ دلاورست دزدوں کے تکلف چراغ دارد

والی جرأت دیکھئے کہ ان تمام عبارتوں اور مقالوں سے بالکل انکار کرتے ہیں جن میں مرزا صاحب نے اپنی نبوت کا ڈھنڈورا پیٹا ہے یا ان عبارتوں کو تاویل کے خزاں پر چڑھانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا محمود اپنے باپ کے بتلائے ہوئے راستہ پر ٹھیک ٹھیک گامزن ہے۔ اس نے ذہنی مذہب برقرار رکھا ہے جس کو مرزا جی نے پھیلا نا چاہا اور جس کی وہ دعوت دیتا ہوا دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اور محمد علی لاہوری نے صرف اپنی جدا گانہ اہلادت و سیادت قائم کرنے کے لئے، یا مصالح کو پیش نظر رکھ کر اور عام بھولے بھالے نادانوں کو ٹوٹنے اور ان سے تبلیغ اسلام کے نام پر چندہ اکٹھا کرنے کے لئے ایک نیا راستہ اختیار کیا ہے۔ اور مرزا صاحب کے صاف و صریح دعووں کے خلاف ایک ایسی نئی بات نکالی جو یقیناً مرزا صاحب کی کتابوں سے ثابت نہیں ہو سکتی۔ محمد علی صاحب دوزنگی چال چلنا چاہتے ہیں عباغبان بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی

مسلمانوں سے رقم بٹورنے اور ان کو صراط مستقیم سے ہٹانے کی گنجائش بھی رہے اور اپنے گرد مزاجی کا دامن بھی ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ مگر افسوس کہ ان کے منافقانہ خاں، انڈین

لاہوری مرزائیوں کے اس ٹریکٹ میں ایک حوالہ یہ پیش کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے کہا ہے کہ

”میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور

ملائک اور لیلۃ القدر سے متکر۔ بلکہ میں

ان تمام امور کا قائل ہوں..... حضرت

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے

بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو

کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ

وحی رسالت آدم صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوئی

اور جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر

ختم ہو گئی“ الخ (اعلان مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۸۵۹ء)

(ٹریکٹ ص ۱۱)

مرزا صاحب کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد حاشیہ میں لکھا گیا

ہے کہ ”مرزا صاحب کو مدعی نبوت قرار دینا صرف قادیانی

مرزائیوں کی کارروائی ہے۔ خود مرزا صاحب نے

دعویٰ نبوت سے انکار کیا ہے۔ مدعی نبوت کو

کافر اور خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ مدعی نبوت

پر لعنت بھیجی ہے کسی کلمہ کو کافر کہنے سے انکار

کیا ہے۔ اپنے دعوے کے انکار کرنے والوں کو

کافر کہنے سے انکار کیا ہے۔ مگر جماعت قادیان

نے مدعی نبوت موعود کے حق میں غلو کیا“ الخ (ص ۱۲)

(۶) میں کسی کلمہ کو کو کا فر نہیں کہتا

(۷) جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بدین

اور وارثہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔

غرض ڈھونڈ ڈھونڈ کر یہ چند باتیں نکالی گئی ہیں اور کہا جا رہا ہے کہ مرزا جی کو مسلمان کیا بلکہ مجتہد و مسیح موعود وغیرہ وغیرہ یقین کرو اور اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے زمرہ مریدین میں داخل ہو جاؤ اب ہم ترتیب وار مرزا جی کی کتابوں ہی سے ثابت کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کے متعلق یہ کہنا اور دوسروں کو باور کرانا کس قدر غلط ہے کہ اس نے واقعی یہی باتیں کہی ہیں۔ یہ صحیح ہے، کہ مرزا ایت ایک چیسٹن ہے اور جیسا عرض کر چکا ہوں "مداری کی اس پیاری" میں سے ہر چیز نکالی جاسکتی ہے۔ لیکن بات وہی معتبر و مقبول ہوگی اور مرزا صاحب کا مذہب ان عبا رزوں سے حاصل ہو سکے گا جو اس نے زیادہ طور پر جابجا لکھی ہوں اور اس نے انہی باتوں کی طرف دعوت دی ہو۔ مرزا صاحب نے تدریجاً آہستہ آہستہ اپنے دعاوی کا سلسلہ جاری کیا تھا اس لئے ابتدائی زمانہ کے کلام کو وقت نہیں دی جاسکتی۔ دیکھنا یہ ہر گاہ کہ اس کا خاتمہ کن دعوؤں کے ساتھ ہوا۔ اب سنئے۔

(۱) دعویٰ نبوت { اس سلسلہ میں اگر پورے استقراء و تتبع سے کام لیا جائے اور سارے حوالے پیش کئے جائیں تو شاید ایک مستقل کتاب بن جائے سینکڑوں میں سے چند حوالے نقل کرتا ہوں۔ اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(۲) اور اگر کوئی شخص کہے کہ جب نبوت ختم ہو چکی ہے تو اس

امت میں نبی کس طرح ہو سکتا ہے تو اس کا

جواب یہ ہے کہ خدائے عزوجل نے اس بندہ

(یعنی مرزا صاحب) کا نام اسی لئے نبی رکھا

ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ کی نبوت کمال

ثابت ہو "الح (ترجمہ الاستفتاء عربی ضمیمہ

حقیقۃ الوحی ص ۱۷)

کی روشنی زیادہ دیر کا میاب نہ ہو سکی۔ مرزا محمود کے ہاں سے بھی راندہ درگاہ ہوئے۔ اور مسلمانوں کی آنکھوں سے بھی پردہ مٹ جانے کے بعد ان کی حقیقت بے نقاب ہو گئی اور اب ہر جگہ سمجھا جانے لگا ہے کہ کفر و ارتداد میں قادیانی اور لاہندی دونوں برابر اور اسلام اور مسلمانوں کے دونوں سخت ترین دشمن اور ہر طرح قابلِ اجتناب ہیں اور ہر طرف سے اب ان کو قولا اور عملا چیلنج دیا جا رہا ہے کہ

دو نہنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
بہر سبز موم ہو یا بسنگ ہو جا

چنانچہ لاہوری مرزائی خود بھی رو کر چلاتے ہیں :-

"ایک وقت تھا کہ پرسلسلہ سب کو کھائے جارہا تھا۔ دنیا کی لگا ہیں بار بار اٹھتی تھیں کہ حقیقی عامل یہ جماعت پیدا ہو گئی ہے..... اور آج یہ حالت ہے کہ اچھے اچھے لوگ بھی جن کے دل ادھر کھینچے ہوئے تھے نفرت کرنے لگ گئے۔"

(مرزائی جماعت لاہور کا اخبار پیغام صلح ستمبر ۱۹۳۷ء)

خیر، اس حوالہ بالا کے علاوہ چند اور ادھر ادھر کے حوالے اس

ٹریکٹ میں پیش کئے گئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے :-

(۱) مرزا صاحب نے اپنی نبوت کا کبھی دعویٰ نہیں کیا۔

(۲) اپنی وحی والہام کا دعویٰ نہیں کیا۔

(۳) اور کہا کہ بیچ کتابے ندایم مجز قرآن شریف

(۴) اور کہا کہ تمام ہجرات کا میں اقرار کرتا

ہوں۔ معراج کا اقرار کرتا ہوں اور ان تمام

امور میں میرا وہی مذہب ہے جو اہل السنۃ

والجماعۃ کا مذہب ہے۔

(۵) اپنے دعوئے کے انکار کی وجہ سے میں نے

کسی کو کافر و قاتل نہیں کہا۔

(۲) ”جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں اور میرے ساتھ بہ کثرت بولتا اور کلام کرتا ہے..... اور ان ہی امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھ لیا ہے۔ سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیوں کر انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں (مرزا صاحب کا خط مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء بنام اخبار عام لاہور)“

(۳) ”چند روز ہوئے کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسل مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صد بار دفعہ۔ پھر کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں“ (ایک غلطی کا ازالہ مصنفہ مرزا صاحب)

(۴) پس میں جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سو بیگانی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر چشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہو گئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیوں کر انکار کر سکتا ہوں اور جب کہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیوں کر رو کر دو یا کیوں کر اس کے سوا کسی سے ڈروں (ایک غلط فہمی کا ازالہ مصنفہ مرزا)

(۵) ادنیٰ اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔ (تمتہ حقیقۃ الوحی ص ۶۷ مصنفہ مرزا صاحب)

(۶) ”سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔“ (دافع البلاء ص ۱۱۱ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

(۷) ”فکلمنی و نادانی و قال انی مرسلک الی قوم مقسدين و انی جاءک للناس اماما۔ و انی مستخلفک اکراماً کما جرت سنتی فی الاولین و خاطبونی و قال انتک انت متی المسیح“

لہ اس خط کے مطلق مزاجی کے صاحبزادہ بشیر احمدیوں لکھتے ہیں ”یہ خط حضرت مسیح موعود نے اپنی وفات سے صرف تین دن پہلے یعنی ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کو لکھا اور آپ کے یوم وصال ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اخبار عام میں شائع ہوا پھر اسی پر پس نہیں کہ مسیح موعود نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے بلکہ نبیوں کے مترادف محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آئینہ مسیح کا نام نبی اللہ رکھا جیسا کہ صحیح مسلم سے ظاہر ہے پس ان تین عظیم الشان شہادتوں کے سامنے نہ کہے کہ وہ مسیح موعود اور مرزا صاحب کا نبوت سے انکار کرے؟ (کلمۃ الفضل ہندرجہ رسالہ ریولوشن آف ریلجنس ص ۱۸ نمبر ۴۷)

بن مرصہ و اس سلسلے لیتم ما وعد

من قبل (انجام آتھم ص ۱۹)

۸) پس خدا نے چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی

چھوڑ دے (دافع البلاء ص ۱۸)

۹) اے سردار تو خدا کا مرسل ہے راہ راست

پراں خدا کی طرف سے جو غالب اور رحم

کرنے والا ہے (حقیقۃ الوحی ص ۱۸)

۱۰) ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان

کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ۔ خدا کا کہن

اور خدا کی طرف سے آیا ہے اور جو کہتا ہے اس

پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔

(انجام آتھم ص ۲۲)

ان حوالہ جات کو دیکھ کر اندازہ لگائیے کہ کس قدر صاف و

صریح الفاظ میں اپنی رسالت، نبوت، مامور من اللہ اور

فرستادہ خدا ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے اور اس کا دشمن

جہنمی تب ہوگا کہ وہ مرزا صاحب کے انکار کرنے اور دشمنی کی

وجہ سے کافر ہوا ہو۔ چنانچہ مرزا صاحب نے جیسا کہ آئندہ آئے

گا اپنے مخالفین و منکرین کو صاف و صریح الفاظ میں کافر

و مرتد قرار دیا ہے۔ اب مرزا صاحب کے انکار کرنے والے

کو کافر قرار دینے کے ساتھ مرزا صاحب کی یہ عبارت پڑھئے

”یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے

کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں

کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت

اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب

شریعت کے سوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں

گودہ کیسی ہی جناب الہی میں اعلیٰ شان

رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الہیہ سے سرفراز

ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا“

(ترویج القلوب حاشیہ ص ۱۳)

اس عبارت کے ملانے سے بات بالکل صاف ہو گئی

کہ مرزا صاحب مدعی نبوت و رسالت تھے اور دعویٰ بھی تھا

نبوت تشریعی کا۔ اس لئے اپنے مخالف کو کافر قرار دیتے

ہیں۔ ورنہ اگر صاحب شریعت جدیدہ نبی ہونے کا دعویٰ نہ

ہوتا تو اس کا منکر خود بہ قول مرزا صاحب کافر کیوں قرار

دیا جاتا؟

اور صرف یہی نہیں بلکہ مرزا صاحب کے چیتان اور

پٹاری میں یہ بھی موجود ملے گا کہ وہ سلسلہ نبوت کو ایک کبھی

بیز اور تا قیام قیامت مانتے ہیں اور پھر ساتھ ساتھ یہ بھی

ملے گا کہ نہیں خود مرزا جی خاتم النبیین ہیں۔ اس قسم کے

حوالے اگر پیش کئے جائیں تو مضمون بہت طویل ہوگا لیکن

قارئین مندرجہ بالا حوالوں ہی سے مرزا صاحب کے دعویٰ

سے واقف ہو چکے۔ اب بتائیے کہ لاہوری مرزا ائی کس برتنے

پر انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے خود نبوت

کا دعویٰ نہیں کیا تھا یہ سب قادیانی مرزائیوں کا غلو فی الاعتقاد

ہے۔ مرزا صاحب نے ۱۸۹۱ء کے اعلان دہلی میں جو یہ

کہا تھا کہ

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کو

میں کافر اور کاذب جانتا ہوں“

تو جب انہوں نے اس کے بعد دعویٰ نبوت کیا۔ جیسا کہ

دافع البلاء مسند ص ۹۰۲، تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۹۰

انجام آتھم ص ۱۸۹ء اور پھر خاص کرموت سے تین دن پہلے

کے خط مکتوب ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء سے ثابت ہوا تو خود اپنے

ہی قول کی بنا پر مرزا کاذب، کافر اور دارہ اسلام سے خارج

ہوئے۔ اب ایسے قطعی کافر کو مسلمان بلکہ مجدد تسلیم کرنا، اور

اس کے کفریات کی بھی تاویل انکار خود کفر و ارتداد اور بار

خروج عن الاسلام ہے۔

(۲) دعویٰ وحی والہام مرزا صاحب نے جس طرح

نبوت کا دعویٰ کیا اس طرح

بجائے البشرے کے قرآن جدید نہ رکھا جائے
یا القرآن ہی نام رکھ دیا جائے۔ کیونکہ یہ وہی
قرآن ہے جو پر ایہ جدید میں جلوہ گر ہوا ہے
اس لئے جناب میاں (محمود احمد) صاحب نے
فرمایا تھا کہ اب کوئی قرآن نہیں سوائے اس
قرآن کے جو مسیح موعود نے پیش کیا اور بالکل
درست معلوم ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے کہ مسیح
موعود کی وحی جب عین قرآن ہے جس کا کوئی
مجمودی انکار نہیں کر سکتا۔ تو پھر اب جو قرآن
مجمودی حضرات پیش کریں گے ضرور ہے کہ
وہ پرانے قرآن کا جو رسول اللہ صلعم پنازل
ہوا اور نئے قرآن کا جو حضرت مسیح موعود یا
دوسرے لفظوں میں محمد رسول اللہ صلعم کی
بعثت ثانی میں نازل ہوا دونوں کا مجموعہ
ہونا چاہئے۔ گویا عیسائیوں کی طرح عہد نامہ
قدیم کے ساتھ عہد نامہ جدید بھی شامل ہوگا تب
یہ قدیم و جدید قرآن مل کر وہ قرآن بنے گا جس
کے لئے میاں صاحب فرماتے ہیں کہ یہودی
من لیشاء والا قرآن ہوگا۔ (پیغام صلح اوجن
۱۹۳۷ء مضمون ڈاکٹر نبیارت احمد مرزائی

پس معلوم ہوا کہ خود مرزا جی نے اپنے پیروؤں کو یہی تعلیم دی
تھی کہ میرے ان الہامات کا مجموعہ تمہارے لئے ”قرآن“
ہے۔ اب لاہوری لکھتا ہیں کہ کیا مرزا کتابے بجز قرآن دارو“ یا
”نہ دارو“؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی مسلمانوں کو دھوکہ دیا
جا رہا ہے ورنہ قرآن پاک کو تو مرزا صاحب تمام ترک کر چکے
ہیں اور صرف اپنا مطلب نکالنے کے لئے کبھی کسی آیت کو
لے کر اس کی من گھڑت تفسیر و تاویل کرتے ہیں اور حدیث
نبوی کے متعلق بھی مرزا صاحب کہتے ہیں کہ
را، اور جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اس کو اختیار ہے

کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے
خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے
خدا سے علم پا کر رد کر دے (تحفہ گولڈ ویسٹ)
۱۲، ہاں تا ئیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے
ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری
وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو
ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں (انجاز احمد ۳)
دین اسلام تو نام ہے اس دین کا جو خدا کے سب سے آخری
پیغمبر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے اور جو قرآن شریف
اور احادیث کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ سب اگر
قرآن پاک کو صریحاً چھوڑا جائے یا ضمناً اس طور سے کہ اس کی
آیتوں کی حسب خواہش نفسانی تاویل و تحریف معنوی کی جائے
اور جو حدیث موافق مطلب نفسانی نہ ہو یا دعویٰ کی تردید
کرتی ہو ”اس کو ردی کی طرح پھینک دیا جائے“ تو بتائیے
دین اسلام پھر کہاں رہا؟ تو قرآن و حدیث سے اعراض کلی
کرتے ہوئے مرزا صاحب کا یہ قول کہ ”وہیچ دینے نہ دارم
بجز دین اسلام“ کہاں صحیح رہ سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے

لے صرف مجمودی کیا بلکہ اگر واقعی لاہوری مرزا صاحب کا
دامن چھوڑنا نہیں چاہتے اور اس کے دعاوی کے مطابق اس کو
ماننا ہے تو ان کو بھی کسی طرح اس سے انکار نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ
خود مرزا جی نے بار بار کہا ہے مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے
جیسا کہ توریت و انجیل پر قرآن پر۔ (اربعین نمبر ۲۵) اور
اسی طرح دیکھو حقیقۃً الوحی صلا ۲ اور تبلیغ رسالت جلد ۱ صلا
اور در ثمن صلا ۲۸ کے ان اشارہ کو تو ضرور پڑھئے۔

آں چہ من بشنوم ز وحی خدا
بہ خدا پاک دانمش ز خطا
ہیچو قرآن منزه اشش و انعم
از خطا ہا ہمیں ست ایمانم (منہ)

اقوال کا مقصد نادانوں کو دھوکہ میں ڈال کر بے ایمان کرنے کے سوا اور کچھ نہیں۔ مگر اب وہ دن ہوا ہو گئے، جب ان فریب کاریوں سے شک کا رکھيلا جاتا تھا۔ اب قادیانی بھی چیخیں چلا بیٹیں اور لاہوری بھی روئیں بیٹیں۔ حقیقت کی نقاب کشائی ہو چکی ہے۔

معجزات کا انکار مرزا جی کا قول پیش کیا گیا ہے کہ معجزات کے ساتھ یہ قول پیش کر سکتے ہیں۔ حالانکہ مرزا صاحب کی تمام کتابوں میں معجزات انبیاء سے صاف صریح انکار موجود ہے۔ بلکہ خود محمد علی ایم اے اب بھی معجزات سے منکر اور تمام واقعات قرآنی کا ماول ہے۔ اس سلسلہ میں اگر تمام وہ حوالے پیش کئے جائیں جو مرزا صاحب کا معجزات سے انکار ثابت ہے۔۔۔۔۔

... با محمد علی ایم اے کی تفسیر قرآن میں سے عبارتیں پیش کروں تو مضمون خاصہ طویل ہو جائے گا۔ اس لئے یہ طور مشتے نمونہ خروارے چند حوالے ملاحظہ فرما کر مرزا یونگی دروغ باقیوں اور غلط بیانیوں کا نمونہ دیکھئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات احياء موتی تخلیق طیر، اور اندھے، جزای وغیرہ کا اچھا کرنا جس قدر قرآن پاک میں مذکور ہیں۔ مرزا صاحب نے اپنی کتاب ازالہ ادھام میں ان سب سے انکار کیا ہے اور اس کو عمل مسمریزم قرار دیا ہے۔ اور ایسے واقعات کے متعلق نہایت تمسخر اور توہین کے الفاظ استعمال کئے ہیں چند عبارتیں ملاحظہ کیجئے:-

را، ان تمام ادھام باطلہ کا جواب یہ ہے۔ کہ وہ

آیات جن میں ایسا لکھا ہے مشابہات میں

سے ہیں (حاشیہ ازالہ ص ۱۲)

۲، اب جانتا چاہئے، کہ یہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا

ہے کہ حضرت مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان علیہ السلام

کے معجزہ کی طرح عقلاً تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے

کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے کہ جو شعبہ بازی کے قسم میں سے اور دراصل بے سوو اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے (ازالہ ص ۱۲) رس، ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنی مسمریزی طریق سے بطور لہو و لعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں۔ (ص ۱۲)

۳، اور اب یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح بن مریم باذن و حکم الہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے۔ الخ (ص ۱۲)

۵، مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا۔ کہ ان انجوبہ نمائیں میں حضرت مسیح بن مریم سے کم نہ رہتا۔ حاشیہ ازالہ کلاں ص ۱۲

۶، غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح صرف مٹی کے پرئے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں مسیح مہج کے جانور بنا دیتا تھا۔ نہیں بلکہ صرف عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔ (حاشیہ ازالہ کلاں ص ۱۳)

۷، بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کی قسم

۱، اس عبارت میں معجزہ عیسوی کو عمل مسمریزم قرار دینے کے ساتھ ساتھ اپنی فضیلت کا دعوئے کما ہے اور دونوں باتیں کفر

کہ صاحب موسیٰؑ اس کا تذکرہ موسیٰؑ سے کرنا بھول گئے۔ اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام کے معجزات، حضرت سلیمان علیہ السلام کے منطق الطیر اور غدا وھا شہر وھا واحھا شہر کے اعجاز، موسیٰ علیہ السلام کے عصا مارنے سے چشموں کے اُبلنے اور بچہ قزح میں عصا کے مارنے سے راستہ کے ہو جانے اور دوسرے معجزات کا انکار شدید طور سے محمد علی لاہوری کے کلام میں موجود ہے جس کا ہی چاہے اس کے تفسیری نوٹ ملاحظہ کر کے اندازہ لگائیں۔

اس موقع پر ہم کرما صاحب اور محمد علی ایم اے کے ان خرافات اور باطل تاویلات کی تردید اور آیتوں کی صحیح تفسیر بیان کرنا منظور نہیں۔ صرف یہ دکھانا ہے کہ ٹرکیٹ شائع کر کے یہ کہنا کہ ہم ”احمدی“ بھی اور ہمارا ”غلام احمد“ بھی معجزات کا انکار نہیں کرتا رہا۔ یہ شخص دھوکہ دہی اور فریب کاری ہے اس طریقہ سے نادانوں کو اپنے جال میں پھنسانا یا ننداری نہیں۔

انکار معراج { مرزا صاحب کی طرف سے ۱۸۹۱ء کے اعلان کے بموجب یہ پیش کیا گیا ہے کہ ”میں معراج سے منکر نہیں ہوں“ لیکن کیا اس طریقہ سے مرزا صاحب کی اندرونی خباثتوں پر پردہ ڈالا جا سکتا ہے۔ اہل حق کے گروہ کا صحابہ کرام کے زمانہ سے لے کر آج تک اس پر اجماع رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج جسمانی تھا اور آپ اس جبہ عنصری کے ساتھ ہی تشریف لے گئے تھے اور تمام واقعہ بالکل بیداری کا تھا

کی تسبیح کرنے والوں سے نہ ہوتا تو وہ اپنی قوم میں معمولی حیثیت کا انسان رہتا۔ اور بنی کاربہ نہ پاتا۔ اگر بطن کے معنی پیٹ کے لئے جائیں تو ضمیر کا مرجع مچھلی ہوگا۔ مگر پھر بھی نتیجہ برآئیں نہیں ہوتا کہ مچھلی نے یونسؑ کو حقیقت منگل لیا تھا۔ مفہوم صرف یہ ہے کہ اگر یونسؑ تسبیح کرنے والوں سے نہ ہوتا تو مچھلی ان کو منگل جاتی (کشف الاسرار ص ۲۱-۲۲)

(۴) مگر محمد علی ایم اے صاحب اپنے انگریزی ترجمہ قرآن میں ص ۳۱ پر بدیل آیت ادا کا لہنی متر علیٰ قریۃ پ ۳ ع ۳ کے واقعہ کو خواب کا واقعہ بتلا کر فرماتے ہیں کہ قرآن ایسے واقعات کے متعلق جو خاص عبارت یا طرز واقعہ یا کسی ماقبل تاریخ کی رو سے خود بخود خواب کا مفہوم ہو لفظ خواب کو بالعموم استعمال نہیں کرتا اور اس کے استہاد میں حضرت یوسفؑ کی مثال پیش کرتے ہیں کہ جب حضرت یوسفؑ نے گیارہ تاروں اور چاند اور سورج کو اپنے کو سجدہ کرنے کا تذکرہ اپنے والد کو سنایا۔ تو خواب کا لفظ بالکل استعمال نہ کیا غرض یہ ہے کہ اس آیت میں جو موت کے بعد بعثت کا ذکر ہے اس موت سے مراد حقیقی موت نہیں بلکہ خواب مراد ہے۔ (ماخوذ از کشف الاسرار ص ۳) انکار معجزات کے متعلق کتنے حوالے پیش کئے جائیں۔ نوٹ ۱۵۱۳ و ۱۵۱۴ میں نسیا حوتھما الخ کی آیت کے متعلق لکھا ہے۔

قرآن اور حدیث سے ہرگز ثابت نہیں کہ یہ گھنٹی ہوئی مچھلی تھی۔ تعجب کا اظہار مچھلی کے دریا میں چلے جانے پر نہیں بلکہ اس امر پر ہے

لے یہ آیت فلولا انہ کان من المسبحین للبت فی بطنہ الی یوم یبعثون کی (مذکور) مولانا عبدالشکور کھنوی (غلامیہ تفسیر)

اب معراج جسمانی سے انکار کر کے اس کو ایک کشفی واقعہ بتانا یقیناً معراج کا انکار قرار دیا جائے گا۔ پس دیکھئے کہ کیا مرزا صاحب منکر معراج ہیں یا اہل حق کی طرح اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ مرزا صاحب ازالتہ الاولیاء ج ۱ حاشیہ ص ۱۴ پر لکھتے ہیں:-

سیر معراج اس جسم کشف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا جس کو درحقیقت بیداری کہنا چاہئے۔۔۔۔۔ سو درحقیقت یہ سیر کشفی تھا جو بیداری سے اشد درجہ پر مشابہ ہے بلکہ ایک قسم کی بیداری ہی ہے۔ میں اس کا نام خواب ہرگز نہیں رکھتا اور نہ کشف کے ادنیٰ درجوں میں سے اس کو سمجھتا ہوں بلکہ یہ کشف کا بزرگ ترین مقام ہے جو درحقیقت بیداری بلکہ اس کشف بیداری سے یہ حالت زیادہ منفی اور اجلی ہوتی ہے اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے اس جگہ زیادہ لکھنے کی گنجائش نہیں انشاء اللہ کسی اور محل میں مفصل طور پر بیان کروں گا۔

اسی طرح از الاولیاء ج ۲ ص ۹۳ تا ص ۹۴ حدیث معراج کے متعلق پوری بحث کر کے اپنا نظریہ اور عقیدہ بتایا ہے جس کا مختصر الفاظ میں خلاصہ یہ ہے:-

معراج کی حدیثوں میں سخت تعارض واقع ہے اس لئے معلوم ہوا کہ راویوں کے حافظہ میں کمزوری یا ضعیف وغیرہ کی وجہ سے یہ ہوا ہے تو یہ احادیث قابل اعتبار نہیں ہیں۔ اور تعارض دفع کرنے کے لئے معراج کے واقعات کو متعدد تسلیم کرنا بھی غلط ہے۔ اور اگر ایک محدث جس کو خدا تعالیٰ سے بذریعہ

متواتر تعلیمات ایک علم یقینی قطعی ملا ہے قرآن سے اپنی وحی تحدیث کو موافق و مطابق پاکران احادیث کو جو اخبار و قصص سے متعلق ہیں اور تعامل کے سلسلہ سے باہر ہیں، مقدم سمجھے اور ان ظنی امور کو اس یقین کے تابع کرے جو اس کو ایسے چشمہ فیض سے حاصل ہوا ہے جس سے وحی نبوت ہے۔ تو یہ اس کو حق پہنچتا ہے۔ کیونکہ ظن کو یقین کے تابع کرنا عین معرفت اور سر اسر سیرت ایمان ہے (ص ۹۴)

مرزا صاحب نے اپنا ”علم یقینی اور قطعی“ یہ بتا دیا کہ معراج کا یہ واقعہ جسمانی نہیں بلکہ کشفی ہے۔

خیر مرزا صاحب تو گذر گئے، ان کی کون سی کل سیدھی تھی۔ لیکن کیف جرح شہداء، محمد علی ایم اے کو دیکھئے وہ بھی معراج جسمانی کا منکر ہے۔ انگریزی قرآن کے نوٹ ص ۱۲۰ میں آیت سبحان الذی اسری الایہ کو واقعہ معراج کے متعلق تسلیم کر کے آیت وما جعلنا الرؤیا الالہی اسرینا کے متعلق نوٹ ص ۱۲۴ کے ترجمہ کے بعد لکھتے ہیں:-

۱۵ اس جگہ پر بھی ذرا غور کیجئے کہ معراج تو ایک کشفی حالت تھی۔ اور مولف (مرزا صاحب) کو اس قسم کے کشفوں کا ایک دو دفعہ کا واقعہ نہیں بلکہ تجربہ ہے گویا حضور کو یہ معراج (کشفی حالت) ایک دفعہ نصیب ہوئی ہے اور مرزا صاحب کو اس کا بار بار تجربہ ہوا ہے اب نتیجہ آپ خود نکالیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی فضیلت مرزا صاحب نے ثابت کرنی چاہی ہے یا نہیں اور جو متواتر عقیدہ چلا آ رہا ہے کہ معراج کا تمام واقعہ صرف حضور کی خصوصیت ہے اب یہ خصوصیت کہاں رہی ؟

۱۶ کسی صاحب کشف کے کشف کو کس نے علم یقینی اور قطعی کا موجب قرار دیا ہے۔ ؟ مرزا صاحب (اگلے صفحہ پر دیکھیں)

قرار دیا اور اسلام کی بالکل نئی اور انوکھی تشریح کر دی۔
معلوم نہیں ان ”مصلحین“ کو یہ اہلمانہ اور بے وقوفانہ
باتیں کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔

اپنے نہ ماننے والوں کی تکفیر ٹریکٹ میں اس
کام لینے کی کوشش کی گئی ہے کہ مرزا صاحب نے عمر بھر اپنے کسی
مخالف اور نہ ماننے والوں کی تکفیر نہیں کی ہے۔ لیکن ظاہر
ہے کہ جب اس نے تشریحی نبوت کا دعویٰ کیا۔ تو تریاق
القلوب کی مندرجہ بالا عبارت کی بنا پر خود ہی اس کا منکر
قرار دیا جائے گا۔ لیکن اس کے علاوہ خود تصریحاً بھی مزاجی
لکھتے ہیں :-

۱، اور جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لے آؤ۔
اور اس کا دشمن جنہی ہے (انجام آختم ص ۲)
۲، میں خدا کا غلطی اور بروری طور پر نہیں ہوں۔
اور ہر ایک مسلمان کو دینی امور میں میری اطاعت

(بقیہ حاشیہ ص ۲۹) اپنے اہلہم کو علم یقینی اور قطعی کہہ کر درستی
وحی نبوت کے مدعی بن رہے ہیں اور اہلہم کی تصنیف کے
زمانہ میں اس دعویٰ نبوت کے لئے اس طرز و طریق پر زمین
ہموار کی جاتی تھی۔ مرزا صاحب کی وحی شیطانی جس کو وہ
وحی تحدیث کا نام دے رہے ہیں کب قرآن کے مطابق
و موافق ہو رہی ہے ہاں ہمیشہ وہ اپنی ”ابلیسانہ وحی“ سے
قرآن کی تحریف کرتے رہے ہیں اس لئے یہاں اسی بعد
کی تحریف کرتے، و اس کو علم یقینی اور قطعی کہتے ہیں۔
اس پر پھر بھی دعویٰ کہ میں معراج کا منکر نہیں ہوں
لے غنیمت ہے کہ کلمہ حق منہ سے نکلا، معلوم ہوا کہ محمد علی اپنی
رائے میں جمہور کے خلاف ہیں تو یہ دعویٰ کیا جھوٹا نہ ہو کہ
میں معراج کا منکر نہیں۔

۳، مسلمان کے لفظ سے دھوکہ میں نہ آنا چاہئے۔ کیونکہ مرزا محمود

” اکثر مفسرین اس امر پر متفق ہیں کہ اس سے
مراد واقعہ معراج کا ہے علماء میں اختلاف ہے
آئیہ معراج جسمانی تھی یا روحانی، جمہور مسلمان
کے قائل ہیں مگر حضرت معاویہؓ و حضرت عائشہؓ
اس کو روحانی بتاتے ہیں۔ مگر بہ لحاظ صاف
الفاظ و ما جعلنا الرویا کے جمہور کی رائے
رو کرنے کے لائق ہے۔“

یہاں پر میں معراج جسمانی کے اثبات کے دلائل دے رہا ہوں
بیان کرنا نہیں چاہتا ہوں صرف اتنا کہا جاسکتا ہے کہ حضرت
معاویہؓ اور حضرت عائشہؓ کو اس مسئلہ میں جمہور کی رائے کے
خلاف ٹھہرانا غلط اور صحیح روایتوں کے خلاف ہے۔ بہر حال
ہمارا مقصد یہ تھا کہ مرزا صاحب کا یہ قول کہ میں ”منکر
معراج نہیں“ اور انجمن احمدیہ لاہور کے ٹریکٹ میں اس کو
پھر شائع کر دینا کس قدر جھوٹ اور غریب و دغا بازی ہے
فلیعتدوا یا اولی الابصار۔

ایک دو باتیں نہیں، چند معدود مسائل نہیں ہیں کہ انہیں پیش
کیا جائے۔ بلکہ مرزا صاحب نے ہر بات میں اہل سنت والجماعت
کے مذہب کے خلاف کیا اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس
جماعت سے لے کر اپنے زمانہ تک کے جمہور مسلمین کے عقائد کی
تغلیط و تردید کر دی۔ مگر لاہوریوں کی یہ دیدہ و دلیری پھر بھی
محض تعجب ہے کہ دن کی روشنی میں ٹریکٹ شائع کر کے
لوگوں کو باور کراتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اہل السنۃ والجماعۃ
کے مسلک سے کبھی بھی خلاف ورزی نہیں کی ہے
بسوخت عقل و حیرت کہ ایں چہ بوالعجب است

یہ وہی مٹھ مشرقی والی بات ہے کہ لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے
کہہ گیا تھا۔ کہ ”جس بات پر سب مولوی متفق ہوں وہ میرا
عقیدہ ہے“ لیکن حالت یہ تھی کہ اس نے صحابہ کرام رضی
اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین، فقہاء، اولیا، علماء اور
تمام امت کے متفقہ تیرہ صد سالہ عقائد کو باطل اور غلط

اگر ان کے دل میں تقویٰ ہوتا تو ایسے
اعتراض کبھی نہ کرتے جن میں دوسرے
نبی شریک غالب ہیں (اعجاز احمدی ص ۷۸)
(۶) میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ الحمد سے لے کر
والناس تک سارا قرآن چھوڑنا پڑے گا،
پھر سوچو کیا میری تکذیب آسان امر ہے۔
..... بے شک میری تکذیب سے
خدا کی تکذیب لازم آتی ہے اور میرے اقرار
سے خدا تعالیٰ کی تصدیق نہیں ہوتی۔
..... اب کوئی اس سے پہلے کہ میری
تکذیب اور انکار کے لئے جرأت کرے
ذرا اپنے دل میں سوچ لے اور اس سے
فتوے طلب کرے کہ وہ کس کی تکذیب کرتا
ہے (پیغام ۱۷۹) مندرجہ اخبار الفضل
۱۱ جولائی ۱۹۱۵ء

(۷) مجھے الہام ہو کہ جو شخص تیری پیروی نہیں
کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا
وہ خدا و رسول کی نافرمانی کرنے والا

(بقیہ ص ۷) وغیرہ بار بار لکھتے چلے آئے ہیں کہ ”جہاں کہیں
غیر احمدیوں کو مسلمان کا لفظ استعمال کیا گیا ہے تو اس سے مراد
رسمی اور اسامی مسلمان ہوتے ہیں مسلمان کا لفظ بلحاظ قوم ہے
اور شرعی فتوے جو کسی نبی کے انکار پر لازم آتے ہیں وہ اور بات ہے“
مرزا صاحب نے خود بھی کہا تھا ہے
چودور خسر دی آغاؤ کر دند

مسلمان را مسلمان باز کر دند

گویا ان کے ہاں مسلمان مسلمان نہیں۔

لے یعنی وہ میری تکذیب کر کے خدا اور رسول اور قرآن کی
تکذیب کرتا ہے اور ان کی تکذیب تو یقیناً کفر ہے گویا مرزا صاحب

واجب ہے اور مسیح موعود ماننا واجب ہے
اور ہر ایک جس کو میری تبلیغ پہنچ گئی ہے گو
وہ مسلمان ہے مگر مجھے اپنا حکم نہیں ٹھیراتا
اور نہ مجھے مسیح موعود ماننا ہے اور نہ میری
وحی کو خدا کی طرف سے جانتا ہے وہ آسمان
پر قابل مواخذہ ہے۔ کیوں کہ جس امر کو اس
نے اپنے وقت پر قبول کرنا تھا اس کو رد
کر دیا (تحفۃ المذوق ص ۷)

(۸) علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا
اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ کیونکہ میری نبوت
خدا اور رسول کی پیش گوئی موجود ہے۔
..... اور خدا نے میری سچائی کی گواہی
کے لئے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان
ظاہر کئے۔ اب جو شخص خدا و رسول
کے احکام نہیں مانتا اور قرآن کی تکذیب
کرتا ہے اور عداقتا لے لے کے نشانوں
کو رد کرتا ہے اور مجھ کو باوجود صد ہا نشانوں
کے مقتری ٹھہراتا ہے تو وہ مومن کیونکر
ہو سکتا ہے اور اگر وہ مومن ہے تو میں
بروجہ اقرار کرنے کے کافر ٹھہرا کیونکہ میں ان
کی نظر میں مقتری ہوں (حقیقۃ الوحی ص ۱۳)
(۹) خدا تعالیٰ نے میرے پناہر کیا ہے کہ ہر ایک
وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور
اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں
ہے (مرزا کا قول مندرجہ رسالہ الذکر الحکیم
نمبر ۲ ص ۲۲)

لف
رہی اب کس قدر تعجب کی جگہ ہے کہ میرے مخالف
میرے پردہ اعتراض کرتے ہیں جس کی رو سے
ان کو اسلام ہی سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے

اور جنبی ہے دمعیار الاخیار مندرجہ تبلیغ رسالہ
جلد ۲

چونکہ مرزا صاحب کی نظر میں تمام غیر مرزائی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اس لئے اس نے اپنے مریدوں اور جیلوں کو بار بار تبلیغ کی ہے کہ ان کے پیچھے نمازیں نہ پڑھو۔ اپنی لڑکیاں ان کے نکاح میں نہ دو۔ اور ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا برتاؤ نہ کرو۔ مرزا صاحب کے صحیح جانشین مرزا محمود بھی ہمیشہ اپنے مریدوں کو یہی تلقین بار کرتے رہتے ہیں مگر اس مضمون میں ہم صرف مرزا صاحب کی کتابوں کے حوالے دینا چاہتے ہیں۔ کیونکہ ان کا قول لاہوری مرزائیوں کے مقابلہ میں حجت تام ہے۔ ورنہ مرزا محمود کے اقوال تو اس بارے میں بے انتہا ہیں

۱۱۔ پس یاد رکھو جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور کذاب یا متردّد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو (اربعین نمبر ۲ ص ۲۸ حاشیہ مرزا صاحب)

۱۲۔ (مرزا صاحب) سوال ہوا کہ اگر کسی جگہ امام نماز حضور کے حالات سے واقف نہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لیں یا نہ پڑھیں؟ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) نے فرمایا کہ پہلے تمہارا فرض ہے اسے واقف کرو پھر اگر تصدیق نہ کرے نہ تکذیب کرے تو وہ بھی منافق ہے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔

(ملفوظات احمدیہ حصہ چہارم ص ۱۲)

۱۳۔ میرا مذہب وہی ہے جو میں ہمیشہ ظاہر کرتا ہوں کہ کسی غیر مبطل شخص کے پیچھے خواہ وہ کیسا ہی نماز نہ پڑھو۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور

اللہ تعالیٰ ایسا ہی چاہتا ہے۔ اگر کوئی شخص متردّد یا مذہب ہے تو وہ بھی کذاب ہی ہے خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ اس طرح احمدی میں اور اس کے غیر میں تمیض اور تمیز کر دے (ارشاد مرزا صاحب مندرجہ اخبار الحکم کا دیا موضع ۲۸ نومبر و ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۱۴۔ صبر کرو اور اپنی جماعت کے غیر کے پیچھے نماز مت پڑھو۔ بہتری اور نیکی اسی میں ہے اسی میں تمہاری نصرت اور فتح عظیم ہے اور یہی اس جماعت کی ترقی کا موجب ہے۔ پاک جماعت جب الگ ہو تو پھر اس میں ترقی ہوتی ہے۔ (ارشاد مرزا صاحب مندرجہ اخبار الحکم ۱۱ اگست ۱۹۰۱ء)

۱۵۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۰۱ء کو سید عبداللہ صاحب عرب نے سوال کیا کہ میں عرب میں جاتا ہوں وہاں میں ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھوں یا نہ پڑھوں؟ فرمایا مصدقین کے سوا کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ عرب صاحب نے عرض کیا کہ وہ لوگ حضور کے حالات سے واقف نہیں اور ان کو تبلیغ نہیں ہوئی فرمایا ان کو

لے کیا مرزائی جماعت کو اب اپنے ناپاک ہونے کا یقین ہو گیا ہے کہ مسلمانوں کو الگ کرتے ہیں لیکن وہ اپنی علیحدہ اقلیت پر رضامند نہیں ہوتے اور مسلم لیگ کی کونسل سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ ہم کو غیر نہ سمجھو ہم بھی مسلمان ہیں۔ لیکن ظاہر ہے مرزا صاحب کی عقیدت رکھتے ہوئے تو غیر سمجھے جاؤ گے اور مسلمان ناپاک لوگوں کو اپنے ہاں جگہ نہیں دے سکتے اگر اپنی ناپاکی کا تمہیں یقین ہو گیا تو گندے عقائد کو تو بد و استغفار کے آب صافی سے دھو کر اور مرزا صاحب یزلات مار کر خاتم النبیین کی غلامی میں پھر آ جاؤ تو ہم

پہلے تبلیغ کر دینا پھر یا وہ مصدق ہو جائیں گے یا کذب الہی (فتاویٰ احمدیہ جلد ۱۷)
(۶) اپنی لڑکی کسی غیر احمدی کو نہ دینی چاہئے۔
اگر ملے تو بے شک لا۔ لینے میں حرج نہیں
اور دینے میں گناہ ہے (قول مرزا صاحب
الحکم ۱۴ اپریل ۱۹۰۸ء)
غیر احمدی کی لڑکی لینے میں حرج نہیں ہے
کیونکہ اہل کتاب عورتوں سے بھی نکاح جائز
ہے۔ بلکہ اس میں تو فائدہ ہے کہ ایک ایسے
انسان ہدایت پاتا ہے (قول مرزا الحکم ۱۴)

لاہوریوں کا کفر و ارتداد (مرزائی شجرہٴ نبیہ کی ایک
ساختار اروپائی کے بانی ظہیر الدین
نے خوب کہا ہے کہ :-

” محمد علی لاہوری نے جب مرزا صاحب کب میرج
موعود مان لیا تو نبی بھی مان لیا مرزا صاحب نے
بھی تو اپنے آپ کو یہی تسلیم کرایا ہے کہ میں
میرج موعود ہوں اور میرج موعود ماننا سب
کچھ خود بخود مانتا ہے۔ میرج موعود کہیں مجازی
بروزی، نقلی نبی تھوڑا ہی ہو سکتا ہے،
وہ تو حقیقی نبی اور صاحب کتاب ہے۔ مگر
جیسے مرزا صاحب نے نہایت ہشیاری اور
تدبیر سے کام لے کر اپنی بات پھیلانی ہے۔
اسی طرح محمد علی بھی حکمت عملی سے کام چلتا
ہے“

اس مضمون کو ظہیر الدین نے خوب بسط سے بیان کیا ہے
اور واقعہ بھی یہ ہے کہ لاہوری اب بہ ظاہر تو کہتے رہتے ہیں
کہ مرزا صاحب نبی نہ تھے صرف مجدد و میرج موعود تھے، لیکن
درحقیقت وہ بھی مسیحیت کے پردہ میں مسلمانوں سے مرزا
غلام احمد کی نبوت تسلیم کرانے کی کوشش میں ہیں۔ اور
۱۷ ذرا غور کرنے کی بات ہے کہ مسلمان مرزا صاحب کی نبوت
کا انکار کریں تو مرزا محمود کے ہاں وہ سب کے سب اس انکار کی
وجہ سے کافر، لیکن محمد علی اور لاہوری مرزائی جو اس کے ثبوت سے
انکار کرتے ہیں تو ان کی تکفیر نہیں ہوتی۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں
نکلتا کہ مرزا محمد و لاہوریوں کو بھی مرزائی ہی سمجھتا ہے اسی طرح
محمد علی اپنی کتابوں میں ختم نبوت کو ضروریات دین میں سے قرار
دیتا ہے اور لکھتا ہے کہ حضور کے بعد دعویٰ نبوت غلط ہے۔
لیکن پھر بھی وہ کادیانی مرزائیوں کو کافر نہیں کہتا۔ حالانکہ
وہ مرزا صاحب کو نبی یقین کرتے اور ختم نبوت کے منکر ہیں بلکہ
مرزا محمود نے یہاں تک کہا ہے کہ اسی طرح تاقیامت اس امت
میں نبی آتے رہیں گے۔

اپریل ۱۹۰۸ء
ان تمام حوالوں سے روز روشن کی طرح ہو جاتا ہے
کہ مرزا صاحب نے اپنے مریدوں اور مبائٹوں کے سوا اور کسی
کو ”مسلمان“ تسلیم نہیں کیا ہے اور دنیا کے کروڑوں مسلمان اس
کے ہاں صرف اسمی مسلمان ہیں اور درحقیقت وہ کافر اور
اہل کتاب ہیں۔

ضروریات دین اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی
ثابت شدہ امور کا انکار کرنا یا اس کی تاویل کرنا کفر اور
خروج عن الاسلام ہے اور چونکہ مرزا صاحب نے تمام ضروریات
دین کا انکار کیا۔ ختم نبوت، حیات مسیح، اور معجزات انبیاء
وغیرہ وغیرہ امور کا انکار کیا۔ اپنی نبوت و رسالت کا دعویٰ
کیا۔ اپنی وحی رسالت اور الہامات نبوت کا مدعی ہوا۔
علاوہ بریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بعض دوسرے
انبیاء کی صاف و صریح الفاظ میں توہین کی۔ تو ان وجوہات
مختلفہ کی بنا پر اس کا کفر قطعی اور یقینی ہے۔ اور جو اس کو
اپنا مقتدا و پیش رو تسلیم کر کے اس کے ہاتھ پر بیعت کرتے
ہوں وہ بھی اس کی طرح عمیق گڑھے میں گر کر تباہ و برباد
ہو گئے ہیں۔ خواہ وہ قادیانی ہوں یا لاہوری، اروپائی ہوں
یا گناچوری اور غیر ذلک من الفرق۔

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ وہ مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے لیکن جب مرزا صاحب خود اپنی تحریرات اور دعاوی کی بنا پر خارج از اسلام ہو چکے ہیں۔ بلکہ اس کی تحریرات کی بنا پر اس کو اب و منافق ماننا ضروری ہے تو اب ایسے قطعی کافر اور ضروریات دین سے انکار کرنے والے اور توہین انبیاء کے مرتکب شخص کو کافر نہ سمجھنا بلکہ اس کو ایک مجدد و محدث اور مسیح موعود وغیرہ خود بھی یقین کرنا اور دوسروں کو بھی اس کی تبلیغ کرنا، اور اس کے دعاوی باطلہ اور کلمات کفریہ کی تائید کے درپے ہوتا یہ سب کفر و ارتداد اور زیغ و ضلال ہے۔ اور اسی وجہ سے ہم مسلمان لاہوریوں مرزائیوں کو بھی اسلام سے خارج اور مرتد سمجھ رہے ہیں۔ بعض ناواقف اور نو تعلیم یافتہ مسلمان اصول شریعت سے بیخبری کی وجہ سے اکثر کہہ دیا کرتے ہیں کہ جب لاہوری مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے تو ہم اُن کو کافر کہہ کر کیوں مسلمانوں کی تعداد گھٹائیں۔

ایسے بے خبروں کو خبردار کرنے کے لئے عرض کیا جاتا ہے کہ کسی شخص کے کفر و ارتداد کے ظاہر ہوجانے کے بعد ضروری ہو جاتا ہے کہ اس کو کافر ہی کہا جائے۔ مسلمان صرف ایک سوسائٹی اور نسلی اور وطنی قوم کا نام نہیں کہ کوئی شخص جو بھی عقائد و نظریات رکھتا ہو ہم شخص اپنی تعداد کے بڑھانے کیلئے ایک غلط خیال سے اُس کو اپنی ااعت نافرو خواہ مخواہ سمجھیں۔ اور یہ کوئی احتیاط بھی نہیں کہ لاہوری مرزائیوں کی پوری حقیقت واضح ہوجانے کے بعد بھی ہم اُن کی تکفیر و تضلیل میں کسکی تاثر سے کام لیں۔ مرزا صاحب کو ضروریات دین کے منکر ہونے کے باوجود کافر و مرتد نہ کہہ کر وہ خود گویا

ضروریات دینی کے منکر ہو گئے۔ اور وہ ان ضروریات دین کو ضروریات تسلیم نہیں کرتے۔ اور مرزا کے کفر کو بھی اسلام کا نام دیتے ہیں۔ پھر جس طرح مسلمان کو اقرار توحید درست وغیرہ عقائد اسلامیہ ضروریہ کی وجہ سے کافر کہنا کفر ہے۔ کیونکہ اس نے اسلام کو کفر بتایا۔ اسی طرح کسی کافر کو عقائد کفریہ کے باوجود مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔ کیونکہ اس نے کفر کو اسلام بتا دیا۔ حالانکہ کفر کفر ہے اور اسلام اسلام۔ اب لاہوری لاکھ چخیں، چلائیں، لیکن جن مسلمانوں کو اپنے شرعی اصول و منوال کا پاس ہو گا وہ ضرور ان کو بھی قادیانیوں کی طرح غیر مسلم یقین کریں گے۔ اور کسی مذہبی جماعت اور مسلمانوں کی علحدہ قومی مجلس میں ان کو جگہ دینے پر تیار نہ ہوں گے۔ اور اگر مسلم لیگ کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ یہ مسلمانوں کی مخصوص جماعت ہے تو اس کو ضرور صاف و مرتج الفاظ میں یہ اعلان کرنا نہایت ضروری ہے کہ قادیانی اور لاہوری دونوں لیگ میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتے اور مسلمانوں کی جماعت میں غیر مسلموں کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ صد افسوس کہ لیگ کے قائد اپنی ذمہ داری کو محسوس نہ کرتے ہوئے، اس بات کی شرعی حیثیت و اہمیت کو نہ جانتے ہوئے بہادرانہ اعلان کرنے میں پس و پیش اور ٹال مٹول سے کام لے رہے ہیں۔

لاہوری مرزائی اپنی تبلیغ اسلام کا دھندلورا بہت پٹیا کرتے ہیں آئندہ اشاعت میں اس کی حقیقت بھی کھول دی جائے گی۔

(باقی آئندہ)

اے علاوہ ازیں لاہوری تمام معجزات قرآنیہ کے منکر، حیات مسیح علیہ السلام کے اجماعی اور متواتر عقیدہ کے منکر اور بعض دوسرے ضروریات دینی کے نہ ماننے والے بھی ہیں۔ لہذا چند در چند اور جو بات کفر کے موجود ہوتے ہوئے صرف مرزا کو نبی نہ ماننے کے عذر کی بنا پر قوت سے تکفیر سے کہاں بچ سکتے ہیں۔

وسط ہند اور جنوبی ہند میں جدیدیت

الحاد و بد دینی کے پاگل خانہ میں لچسپ اضافہ

(۶)

(از مولوی محمد یعقوب صاحب ایڈوکیٹ چھاؤنی مہو)

پاک ہو جائے۔

مگر اس سے پہلے کہ آپ لڑائی میں اپنا نام لکھا دیں ایک بات اور بتلاتے جائیے کہ کیا واقعی یہ آپ کا یقین ہے کہ آپ کی زندگی میں مرجانے والا انسان جھوٹا ہوتا ہے؟ یہ اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ آپ نے ”سچوں کی کامیابی کے راستے اور ظالموں کی تباہیاں“ کے زیر عنوان چند مثالیں پیش کی ہیں ایسے لوگوں کی جو آپ کو بے وقوف سمجھتے تھے اور آپ کی زندگی ہی میں وہ یا تو کچھ نقصان اٹھا چکے یا مر گئے۔ انسانوں کی سمجھ میں آنے والا جواب دینا، بڑا نکلنے سے کام نہ چلے گا۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا میلہ کذاب حضورؐ کے مقابلہ میں سچا تھا؟ کیا حضرت سیدنا حسینؑ کے مقابلہ میں یزیدؑ کی کامیابی اس کی سچائی کی نشانی تھی؟ اور کیا اسی دلیل کے ماتحت مرزا جی اپنے مخالفوں کے مقابلہ میں جھوٹے نہ تھے؟ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر ایسی فضول، پوچ اور ٹیل باتیں کرنا کچھ آپ کی آبرو میں اضافہ کر دیتا ہے یا اس سے لوگ آپ کی ”خداائی“ پر ایمان لے آتے ہیں؟ حالانکہ برخلاف پندت راچندر آریہ لیڈر کے آپ حیدر آباد سے باہر قدم نہیں نکال سکتے اور وہ شہر میں نہیں داخل ہو سکتا۔ راچندر کی دنیا کے مقابلہ میں آپ کی دنیا صرف خانقاہ تک محدود ہے۔ اور اس پر بھی ”مکین لامکا“ ہونے کا دعویٰ ہے۔ — بھلا آدمی! کسی سے نہیں ڈرتا تو

ہو جائیے تیار! اب سید قاسم صاحب گڑ گڑ دے بھی نشانات ”کتب سابقہ“ میں پائے جاتے ہیں! نہ معلوم کب سے ”عالم مریمیت“ سے تولد ہو کر ”جامع جمیع کمالات“ بنتے رہے ہیں! اب ان سے گزارش ہے کہ خدا کے لئے زمین پر رہا کیجئے، ساتویں آسمان پر چلے جائیے گا تو مرنے کے بعد لاش اٹھانے والے بھی نہ ملیں گے! اور جب آپ جامع جمیع کمالات“ ہیں تو اپنے اس ”اللہ میاں“ کو سمجھائیے کہ آدمی بن جائے کیونکہ آدمی بنا اچھا ہے ”اللہ بن جانے سے“ اسلام نہ آپ کا محتاج ہے اور نہ آپ کے پیر کا، اور نہ مسلمانوں کو آپ کی خدمات کی کوئی ضرورت ہے۔ البتہ اگر آپ کے یہ ”اللہ میاں“ مع اپنے انبیاء کے اس وقت برطانوی فوج میں بھرتی ہو جائیں تو ہم ہندوستانیوں پر آپ کی ”قدرت کاملہ“ کا بڑا احسان ہوگا، کیونکہ آپ کے ذرا سے لب ہلا دینے سے ہندو اور ٹو جو جہنم واصل ہو جائیں گے اور تمام مخلوق بھوک اور قحط کی شدتوں سے مامون ہو جائے گی۔ ہندوستان بھی آزاد ہو جائے گا، والیان ریاست کا دماغ بھی درست ہو جائے گا اور ہندو مسلم فسادات بھی ختم ہو جائیں گے۔ اگر آپ یہ مصیبت نہیں طال سکتے تو پھر آپ کو ہالیوڈ پہاڑ کی اونچی سے اونچی چوٹی پر چڑھ کر جوہیں یقین ہے کہ آپ ہرگز نہیں چڑھ سکتے، تبت کی جانب گھومنا چاہئے تاکہ دنیا آپ کے وجود بے سود سے جلد

کم از کم اپنی عقل کی تو توہین نہ کرتا، اس کا تو احترام کرتا رہا۔ ”دیدار خدا“ تو کیا کہتے ہیں مرزا جی بھی تو خدا میں ہما چکے تھے لہٰذا اب آپ بھی سما گئے یا اپنے آپ کو عالم رویا میں خدا کا ہم شکل دیکھا لے تو کوئی نئی بات نہ ہوئی، صرف اتنا ہو گیا کہ اب ”خدا“ ہونے کا سودا سر میں سما گیا اور یہ وہم، شیطانی وسوسوں کی کار فرمائی یا دستگیری سے اتنا پختہ ہو گیا کہ اب بیٹھے بٹھائے جسے جو چاہا بنا دیا۔ لوگ یہ سمجھنے لگے کہ آپ کے متبعین میں علمائے اسلام کا مقدس گروہ ہے لہٰذا انکے یہ خیال بھی اتنا ہی غلط اور بے بنیاد ہے جتنا آپ کا نبی اور خدا ہونے کا وہم غلط ہے۔ اصل یہ ہے کہ یہ سب تاویانی لوگ ہیں جن میں سے ایک جواب آپ کی فہرست خطابات میں بھیجی ہیں، وہ وہی حضرات ہیں جنہیں ایک آواز ”یا ابیہا النبی تیما پوریا میں رہیو“، سنائی دی تھی اور جو میدانِ نبوت کے تھکے ہوئے گھوڑے ثابت ہوئے۔ خود تصدیق کرنے والوں کی جو فہرست آپ نے دعوت الی اللہ ص ۶۶ تک دی ہے اس میں سب مرزائی یا لاہوری جماعت کے لوگ ہیں جنہیں اسلام سے صرف نام کا واسطہ ہے۔ مگر ہے بڑا چالاک، حیدر آباد میں نظر بند ہے اور پھر بھی باز نہیں آتا۔ اور کچھ نہیں تو نظام دکن ہی کو لکھ مارا کہ خلافت کے مستحق صرف یہی رہ گئے ہیں، کیونکہ ”قرآن کریم کی وہ دُعا جس کو رب ذوالجلال نے حضور انورؐ کو سکھائی تھی وہ خود بادشاہ ذی جاہ سے پوری ہوتی ہوئی نظر آتی ہے، وہ یہ واجعل لی من لدنک سلطاناً نصیر یعنی اے اللہ بنا میرے لئے آخر زمانہ میں جب مجھے محمود ہونا ہے اس وقت ایک بادشاہ کو میری مدد کرنے والا“ لے

نظام دکن جیسا پا کھاز، زاہد خشک، فقیر مشرب، مسلمان اور اس کے خلاف یہ بدگمانیاں عام کرنے کی ناپاک کوشش! یعنی رسول پاکؐ ”محمود“ ہوئے تو اس تاویانی کے وجودِ نامساعد بے سود ہیں! اور پھر چونکہ اس حیثیت میں ”قرآن کا دوبارہ نزول ہو رہا ہے“ اس لئے وہ پہلے تمام معنی جو اصحاب کبار سے لے کر آج تک آئمہ مفسرین اور علمائے صالحین نے سمجھے تھے غلط نکلے اور آج ساڑھے تیرہ سو برس بعد گویا خود رسول اللہؐ حیدر آباد میں نظر بند ہو کر فرما رہے ہیں کہ یہ دُعا صرف نظام دکن کو ہندوستان میں پیدا کرنے اور ان کے ذریعے اسلام کو طاقت بخشنے کے لئے مانگی گئی تھی جو آج بعد از خرابی بسیار قبول ہوئی۔ جن لوگوں نے خلافت پر کچھ ابتدائی لٹریچر بھی پڑھا ہو گا وہ شرطِ اُطخلافت کو اس نئے دُعا سے زیادہ سمجھ سکتے ہیں، ایسا لٹریچر بہت زیادہ پایا جاتا ہے اس لئے ہم مضمون کو طویل کرنا نہیں چاہتے۔ آیت کے بھی وہ معنی نہیں ہیں جو کئے گئے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ سیاسی فروغ کے لئے یہ دُعا رسول کریمؐ نے حکم خداوندی کی گروہ وقت وہ تھا جب صحابہ کرامؓ کی سرفروشی کا جذبہ بڑھا ہوا تھا اور وہ پیغامِ رحمت کو مظالم سے بچا کر عام کرنا چاہتے تھے۔ یہاں مرزا جی نے باتباع بہاء اللہ اور اس کے بعد خود بعض سیاحین ہند جن میں سرسید بھی تھے، جہاد منسوخ کر دیا ہے پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ اب حضور نظام کو کس قسم کے جہاد کے لئے تیار کیا جا رہا ہے؟ اور وہ کیسے فوجی طاقت سے حفاظتِ حرمین شریفین کے فرائض کو حیدر آباد سے بیٹھے بیٹھے انجام دے سکتے ہیں، کیسے وہ ہمارے قبلہ اول یعنی بیت المقدس کو دوبارہ اسلامی تصرف میں لاسکتے ہیں۔

کہ شیطانی وحی بد معاشوں پر نازل ہوتی ہے اور وحی اعلیٰ نیک آدمیوں پر نازل ہوتی ہے اور مکالمہ جو ہوتا ہے تو وہ شاہی اقتدار کے ساتھ نازل ہونے والا اور غیب پر بجلی اطلاع دینے والا ہوا کرتا ہے اور شیطانی مکالمہ قبیل المقدار، غیر فصیح، بدبودار، صرف ایک فقرہ یا دو فقرہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک صوفی صاحب کوشدّت دوران سر کے وقت ایسا بدبودار اور غیر فصیح "الہام ہوا کہ توبہ بھلی ہے۔ کہنے لگا

”مَنْ غَبَرًا نَحْمَدُ كَرِيًّا رِيلُ

يَلُوَاكَ يَرْغُ يَا بُؤْ صَانَا“

کچھ تپہ نہ چل سکا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ مزاجی کو بھی کم وبیش ایسے الہامات کثرت ہوئے مثلاً

ایمن الملک جے سنگہ بہادر۔ خاکسار۔

بیہرمنٹ۔ موتا موتی لگ رہی ہے۔

غشم۔ غشم۔ غشم۔ کرنسی نوٹ

میں سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا۔

چودھری رستم علی۔ پریٹ پھٹ گیا۔

وغیرہ وغیرہ

جن بسولیشور کو الہامات ہوئے وہ بھی ایسے ہی متفنن ہیں۔ ملاحظہ ہوں :-

”کام کرنا چھوڑ دیں گے۔ جاتا ہے۔ مارکھاتا

ہے۔ یہ پانی کڑوا ہے۔ آج بازار ہے

چور ہے۔ ہندو الٹ گئے ہیں۔ دانت

توڑ ڈالیں گے۔ ۱۹۳۵ء کو تختہ

الٹ جاتا ہے۔ تم میں اور جارح سب

سے بڑا واقعہ حسن نظامی کی بیعت ہے

وغیرہ۔

اور کس طرح نظام اسلام کو ساری دنیا میں اسی شان سے قائم رکھ سکتے ہیں جس طرح خلفائے اسلام نے کیا تھا؟ کتنے ہی ہرجبئی ایسے ہیں جن کے بس کا یہ معاملہ نہیں ہے چہ جائیکہ نظام دکن، جن کی سیادت برا بھلا صرف برائے نام ہے۔۔۔۔۔ کیا لطف کی بات ہے کہ آیت مذکورہ کا مصداق اور امیر المومنین ہونے کا حقدار ایک جانب آصف جاہ نظام دکن کو قرار دیا جا رہا ہے اور دوسری طرف مسٹر مشرقی اولی الامور منکم بنے بیٹھے ہیں! اللہ ری خلائی کیا ہی رنگ نکھرا ہے تیرا! اور ابھی حال میں ایک اور صاحب ”میر منشی سید ظہیر حسن امام آخر الزماں حضرت سفیر اللہ“ خاکِ مہلی سے اٹھے ہیں اور خواجہ حسن نظامی کو ”دعوت اسلام“ دینے لگے ہیں! بھیا ان کا مذاق نہ اڑانا ورنہ ابلیس کے ہمراہ اسفل السافلین“ میں پہنچ جاؤ گے۔ ہاں تو خلافت کا یہ نیا شکوہ فتنہ زار اسلام سے ایسا نکلا ہے کہ اس نئے مدعی کے مبلغ جا بجا جاہلوں اور سفیہوں سے نظام دکن کی خلافت پر بیعت لیتے پھرتے ہیں۔ تقریباً سال بھر کا عرصہ ہوا جب اندور کے ایک جلسہ میں خلافت کا ریزیدیشن پاس کر کے وائسرائے ہند تک پہنچا دیا گیا تھا۔! مناسب ہے کہ حیدر آباد کا ذمہ دار عملہ اس مشکل کو صاف کر دے کہ آیا فی الواقع نظام دکن خلافت کے متمنی ہیں اور یہ کہ جن بسولیشوری مبلغین کا ان کی خلافت پر بیعت لیتے پھرنا ان کے اہم سے ہے؟

ہر مسلمان کو یقین ہے کہ غیر ذمہ دارانہ فعل صرف ان مبلغین کا ہے مگر مزید تشفی کے لئے مناسب ہے کہ حکومت حیدر آباد حضور نظام کی پولیشن کو بالکل واضح اور صاف کر دے تاکہ مسلمانوں میں کسی قسم کا فتنہ نہ جاگنے پائے۔

مگر اللہ کیا خوب بات ہے۔ مزاجی نے کہا تھا۔

”لہٰذا وہ“ مصنفہ مولوی محمد عالم صاحب انٹری ص ۴۳۹۔ ۴۴۰

”لہٰذا ایضاً“ ۱۴۰-۱۴۱۔ ۱۴۲ ایضاً بحوالہ جن بسولیشور ص ۱۵۱

یہ ہے الہامی زبان اور غالباً دیوانی زبان جس کا صرف و نحو، نشست الفاظ، فقرہوں کی بناوٹ، جملوں کی لطافت، عبارت کی سلاست سب ”خدائی“ بوالعجب کی پیداوار ہے، اس میں بندوں کو دخل ہی کیا ہو سکتا ہے؟ بعض بعض الہامات تو ادنی نقطہ نظر سے اس قدر دلچسپ، کثیر المعانی اور پُر لطف ہوتے ہیں کہ ان کے سمجھنے کے لئے بڑی ذہنی جہناشک کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً مزاجی کا الہام

”مسلمان دو فریق میں سے خدا ایک کا ہوگا“

اس کا سیدھا الٹا جاسانی پہچانا نہیں جاسکتا یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ نظم کا کوئی ٹکڑا ہے یا نثر کا کوئی فقرہ ہے یا گلابی اردو ہے۔ مگر ان قادیانی اور چرن بسویشوری لوگ اسے الہامی زبان کہتے ہیں۔ ہم نے اسے بہت سمجھا چاہا مگر ہماری تمام انسانی کوششیں بے کار ثابت ہوئیں۔ شعر کوئی تو خیر ہمارے آبا و اجداد سے کوئی نہیں جانتا تھا نہ ہم جانتے ہیں، مگر بعض دوستوں سے دریافت کرنے پر ہمیں معلوم ہوا ہے کہ کسی بھر میں، کسی تاویل کے ماتحت بھی یہ چیز موزوں نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے ہم باوجود اس کے ”شعر“ نہ ہونے کے اسے نثر سمجھنے کی جو کوشش کی تو ”نثر“ اصل سے بدتر نکلا۔ مثلاً ہم نے پڑھا

”دو فریق ہیں مسلمان ایک کا خدا ہوگا“

یا دو فریق ہیں سے مسلمان کا ایک خدا ہوگا

یا دو فریق میں ایک کا خدا مسلمان ہوگا“

یا ایک مسلمان دو فریق میں سے خدا کا ہوگا

یا دو فریق میں سے خدا کا ایک مسلمان ہوگا

یا دو ایک فریق میں سے مسلمان خدا ہوگا۔

یا دو مسلمان میں سے خدا کا ایک فریق ہوگا

یا دو خدا میں سے ایک کا فریق مسلمان ہوگا

وغیرہ۔

مگر چن بسویشور کا الہام ”تم میں اور جارج“ اس سے زیادہ جامع اور کوزہ میں دریا قسم کا ہے۔ ۱۹۲۵ء میں جب یہ نبوت کے میدان میں نئے زنگر وٹ کی طرح قدم مارتے پھرتے تھے یہ الہام ہوا تھا۔ مگر آپ کو مہنسی آئے گی کہ اس کے معنی پندرہ سال کی کوشش کے بعد ۱۹۴۱ء میں ان کی سمجھ میں آئے بھی تو یہ کہ اس میں پیشین گوئی تھی جارج پنجم کی وفات کے بعد جارج ششم کی تخت نشینی کی۔ کوئی پوچھے کہ میاں تم مزاجی کی ذریت نہ ہوتے ہوئے جب اپنے آپ کو ان کی روحانی اولاد قرار دے کر مولے ہونے کا دعویٰ کر رہے ہو تو یہاں کیا مشکل تھی اگر اس کا آسان ترین مطلب اسی قسم کی تاویل سے یوں سمجھ لیتے۔ یہ تو معلوم بھی ہے کہ محمد بخش قادیانی کو ایک الہام میں بتلایا گیا تھا

”آئی ایم وٹ وٹ“

یعنی میں وٹ وٹ ہوں ”تو مطلب مکمل سکتا تھا کہ ”وٹ وٹ صاحب“ کا مقصد لفظ جارج سے شہنشاہ جارج نہ تھا بلکہ ان کا مطلب قومیت سے تھا۔ اور وہ نہایت مختصر الفاظ میں یہ بتلانا چاہتے تھے کہ میں یعنی وٹ وٹ، یا خاکسار پیپرٹ، اور تم اور وہ قوم جس میں مرد لوگ اپنا نام جارج بھی رکھاتے ہیں، اصل میں سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں اور ہم سب کا مقصد صرف ایک ہے یعنی مذہب اسلام کی تخریب اور بربادی اس لئے میں خاکسار پیپرٹ یا وٹ وٹ ولدنا معلوم اپنے طریقہ پر حتی المقدور اسلام کی بربادی میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھوں گا۔ اور یہی کام تمام دنیا بھر کے لوگوں کا جو مغرب کی تہذیب سے متاثر ہو کر تقریباً جارج یعنی گھٹیا قسم کے، نام نہاد عیسائی ہو گئے ہیں ہونا چاہئے، اور اسی طرح تمہیں بھی جو ہمارے روحانی بھائی ہو، بھیس بدل کر مسلمان فقیروں کی سنی شکل صورت بنا کر ربط عوام

پامال کرتے رہتے ہیں۔ اخیر میں منہ کا فرہ بدلنے کے لئے
نظیر اکبر آبادی کے دو شرفین لیں اور سمجھنے کی کوشش
کریں۔ کہ میاں ہیں کیا بلا؟ ۵

تو کچے سوت کا دھاگا غٹ بل پیچ کھاتا ہے
یہ سب وہم غلط ہے اور قصور فہم تیرا ہے
تو کیا جانے کہ تجھ کو کس نے کس چرخے میں کاتا ہے
تو کیا جانے کہ تجھ کو کس ایٹرن میں اٹیرا ہے

بقیہ اطلاعات ص ۷۷ اگے

امیر حزب الانصار کا دورہ { حضور لٹنا
ظہور احمد صاحب

امیر حزب الانصار ماہ فروری کے پہلے ہفتہ میں بمبیرہ پہنچ
جائیں گے۔ آپ کی پونہ میں بتفصیل ذیل ۲۰ تقریریں
ہوئیں۔

مین اسٹریٹ نزد جامع مسجد ۱۱ تقریریں۔ بھوانی

پیٹھ ۱۔ نزد تبنولی مسجد ۱۔ اروڑہ ۱۔ قصبہ پیٹھ ۱۔
نانا پیٹھ ۱۔ چار باوڑی ۱۔ سپٹر اسٹریٹ ۱۔ زنانہ تیم خانہ
کھڑکی ۱۔ پونہ کے بعد بمبئی میں ۲ تقریریں۔ مالی گاؤں
ضلع ناسک میں ۳۔ نماڑ میں ۱۔ اور کھنڈ وہ صوبہ سی پی
میں ۳۔

تقریریں کرنے کے بعد مہو چھاؤنی (ریاست اندور) میں
تشریف لے گئے وہاں متعدد تقاریر کے بعد اگرہ دہلی وغیرہ
سے ہوتے ہوئے ماہ فروری کے پہلے ہفتہ میں بمبیرہ پہنچ جائیں گے
ماہ فروری کے وسط آخر میں حضرت امیر ضلع شاہ پور
کے دیہات میں سے سندا۔ بھن۔ نصیر پور کلاں کا دورہ
کرنے کے بعد ضلع ڈیرہ غازی خان میں تونہ شریف۔ دہوا
جھوک بودو۔ اٹیڑہ و کوتانی کا تبلیغی سفر اختیار فرمائیں گے

(ملیچا)

کی پالیسی پر عمل کر کے اسلام کے بچے کچھے اثرات کو قرآن
مجید اور احادیث کے من مانے مطلب بیان کر کے ہمیشہ ہمیشہ
کے لئے ختم کر دینا چاہئے۔ چنانچہ ناداستہ طور پر جن سببوں
نے دعوت الی اللہ میں مسیح ناصری اور مسیح محمدی یعنی مرزا
جی میں جو مشابہت کے نکات گنائے ہیں اور خود اپنے لئے
تصوف کے لچر ”ہمہ اوسٹ“ کا وہ بھی حجاب ڈال کر
”امام الناس“ محمد ثانی، اور ”اللہ“ ہونے کا جو سوانگ
رچایا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ صرف کٹ پتلی ہے۔

جسے بچانے والا پردہ کے پیچھے کوئی اور شخص ہے۔ تعلیم
جدید نے نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کو جس نسائیت آمیز ادب
لطیف میں مسخ کر دیا ہے اس سے ”وٹ وٹ صاحب“
بے حد مطمئن ہیں مگر مسلم عوام میں ہنوز اتنی جہالت باقی ہے
کہ وہ اپنے ذوق گناہ کی تفریح یا سنجیدگی کے لئے بطور کفارہ
اب بھی مولویوں کا وعظ سن لیا کرتے ہیں اور چونکہ اکثریت
انہی لوگوں کی ہے اس لئے ان سے ہر وقت ڈر لگتا رہتا ہے۔
چنانچہ اب خاکسار سپرینٹ نے وٹ وٹ صاحب کو یہ مشورہ
دیا ہے کہ مذہبی دیوانہ پن اور اسلام کے روگ کو چھانٹنے کے
لئے یا اس کے نہایت موثر دفعیہ کے لئے ایسے جام تیار کئے
جائیں جن کی ترکیب مذہب ہی کے مردہ جراثیم سے کی جائے
اب یہ مسلمانوں کی پسند پر منحصر ہے کہ وہ برقت رہا جس
من الشیطان کے مفہوم سے آگاہ ہو جائیں۔

”جن“ صاحب سے ہمیں اتنا عرض کرنا ہے کہ خود فریبی
اور خدا فریبی سے باز آجائیں۔ اپنے واہمہ کی پیدا کی ہوئی
خدائی کائنات کو اپنے خدو خال کو پہچانیں، اپنی اصلیت
کو سمجھیں اور عقل و ہوش کا مطلع صاف رکھیں۔ ہدیان
اور ہیجان کی نذر اپنی انسانیت کو نہ ہونے دیں ۶
”ورنہ کیا جانے کوئی کون ہوں میں کال ہوں میں“

ہی کہتے کہتے کسی دن رہ جائیں گے۔ غصہ و قہہ کرنے
سے کچھ نہ ہوگا، کیونکہ ہم ایسی خدائی کو روزمرہ کی ضرب

اشتمالات تبلیغی کتب

جریدہ شمس الاسلام کا شیعہ مندر
المعروف

صورہ فیل

جراگت سہ میں شائع ہو کر خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔ اس میں بڑی خوبی یہ ہے کہ شیعہ صاحبان کے حق میں کہیں سخت الفاظ استعمال نہیں کئے گئے مختلف ذرائع گوناگوں حوالوں اور ان کی مستند کتابوں اور غیر مسلم مصنفین کی تحریروں سے ناقابل تردید مختصر اور جامع الفاظ میں نقشہ کھینچا گیا ہے اور جس میں مسئلہ مدح صحابہ و تبرّات پر قرآن مجید، احادیث نبوی کریم، اقوال ائمہ سادات صوفیائے کرام کے ارشادات اور عقلی و نقلی براہین سے مکمل روشنی ڈالی گئی ہے اور اسلامی جرائم اور اکابر ملک کے افکار و آراء کے اقتباسات کے علاوہ سیزده صد سالہ اسلامی تاریخ میں سے تبرّات بازی کے ہولناک نتائج بیان کئے گئے ہیں۔ حجم ۳۲ صفحہ قیمت ۸۰ محصول

اجتناب الحنفیہ { اس رسالہ میں صد اعلیٰ اسلام کے فتاویٰ جمع کئے گئے ہیں۔

جن میں دلائل واضحہ و براہین قاطعہ سے فرق ووافض و مرزائیہ کا ارتداد اور رافضی و میرزائی سے شنی عورت کا نکاح ناجائز ثابت کیا گیا ہے۔ حجم ۱۰۰ صفحات۔

قیمت ۴۰

ہدایات القرآن { عیسائیوں کے مشہور رسالہ حقائق قرآن کا بلنچ رو۔ نیز اسی رسالہ کے ذریعہ

مرزائیوں کے مغالطات بھی دور ہو سکتے ہیں۔ عیسائی لاکھوں کی تعداد میں حقائق قرآن کو ہر سال مفت تقسیم کرتے ہیں لہذا ہدایات القرآن کی اشاعت کی اشد ضرورت ہے فی نسخہ۔

کشف التلبیس { مصنفہ سید ولایت حسین شاہ صاحب دیوری۔ یہ کتاب شیعوں کے مشہور رسالہ ”قرایمان“ کے جواب میں لکھی گئی ہے شیعوں کا یہ رسالہ لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر ہزار ہائوں نوجوانوں کی گمراہی کا باعث بن چکا ہے۔ شیعہ روسا کی طرف سے شیعوں میں مفت تقسیم ہوتا رہا ہے۔ شیعوں کی اس ظلمت کفر کا عقلی و نقلی دلائل سے مہذب پیرایہ میں بلنچ رو اس کتاب میں موجود ہے۔ شیعوں کے تمام مطاعن و اعتراضات کے جواب دیئے گئے ہیں۔ قیمت ہر سہ حصص ایک روپیہ۔ خرچ محصول اک بزمہ خریدار۔

برق آسمانی { جس میں مرزائے قادیانی کے اپنے قلم سے اس کے سوانح و عقائد و عبادات و معاملات و کارنامے تفصیل کے ساتھ درج کئے گئے ہیں علاوہ انہیں خلیفہ نور الدین و مرزا محمود کے سوانح حیات اور ان کے عقائد و غیرہ بیان کرنے کے بعد حیات مسیح کے مسئلہ پر عقلی و نقلی دلائل جمع کئے گئے ہیں اس کتاب نے مرزائیوں کا ناطقہ بند کر دیا ہے۔ قیمت ۸۰ محصول اک بزمہ خریدار۔

تازیانہ نقشبندیہ { مولفہ مولانا حافظ عبدالرسول صاحب بکھروی۔ اس کتاب میں مرزائے قادیانی کے ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے جو اس نے صوفیائے کرام پر کئے تھے۔ قیمت صرف ۸۰ محصول اک علاوہ۔

تحفہ مرزا عیسیٰ { یعنی جریدہ شمس الاسلام کے دسمبر ۱۹۴۳ء کا ایڈیشن جو قادیان نمبر کے نام سے موسوم ہوا تھا اس میں نہایت عمدہ مضامین قادیانیوں کے رد میں درج ہیں۔ قیمت ۴۰

ملے کا پتہ :-